ماہنامہ
بیداری
حیدرآباد

مدیر
☆☆☆
حافظ محمد موسیٰ بھٹو

زیر اہتمام
☆☆☆
سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ
۴۰۰- بی لطیف آباد۴- حیدرآباد
E.Mail
m.moosabhutto@gmail.com
www.bedarimillat.com

موبائل نمبر:
03363039299

جلد ستراواں ◯ دسمبر ۲۰۱۹ء
قیمت: ۲۵ روپے، سالانہ: ۳۰۰ روپے

اہم تفسیری نکات (مستقل سلسلہ) (اہل محبت واہل سلوک کے لئے قرآنی لائحہ عمل)	مولانا اشرف علی تھانویؒ محمد موسیٰ بھٹو	۲
مادیت وروحانیت کی کشمکش (پہلی قسط) اور اس کے اثرات ونتائج	محمد موسیٰ بھٹو	۹
تخلیق حیات اور مقصد زندگی سے آگہی (ایمان ویقین کے خزینوں سی بھرپور مقالات)	بدیع الزمان سعید نوریؒ	۱۹
مسلکی جمہوری سیاست اور معاشرے پر اس کے اثرات	اوریا مقبول جان	۳۹
دوسری قوموں کے ساتھ مادیت کی ریس میں شریک ہونے کی دوڑ	شمس الحق ندوی	۴۳
عالم عرب فوجی حکمرانوں کے نرغہ میں	مولانا سید عنایت اللہ ندوی	۴۶
اسلامی مدارس: مقاصد اور لائحۂ عمل	حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی	۵۱
نومسلم عائشہ تھری (مستقل سلسلہ) کی ایمان افروز کہانی	بنت عادل	۵۵

پبلشرز محمد موسیٰ بھٹو نے یادگار پرنٹنگ پریس حیدرآباد سے چھپواکر سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ ۴۰۰
بی لطیف آباد-۴- حیدرآباد سے شائع کیا۔ ٹیلیفون: 3861864 (022)

مولانا اشرف علیؒ تھانویؒ
محمد موسیٰ بھٹو

اہم تفسیری نکات

(اہل محبت واہل سلوک کے لئے قرآنی لائحہ عمل)

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي. (سورۃ طٰہٰ، آیت نمبر۱۴)
(اور میری یاد (ذکر) کے لئے نماز پڑھا کرو)۔

ظاہری اعمال کا باطنی حالات کا عکاس ہونا

فرد کے ظاہری اعمال اس کی باطنی کیفیات کی عکاسی کرتے ہیں، مثال کے طور پر جس یقین واستحضار اور حضور قلبی سے کوئی نماز ادا کرے گا، اتنا ہی اس کی نماز میں خشوع وخضوع اور ظاہر میں سکون ہوگا۔

تشریح:

ایمان کی طاقتور باطنی حالت اور اللہ کے ساتھ اخلاص کی باطنی کیفیت ایسی چیز ہے، جس سے اعمال میں وزن پیدا ہوتا ہے، باطن میں جس طرح کے جذبات واحساسات غالب ہوں گے، اسی طرح کے اعمال ظاہر ہوں گے، اگر باطن اللہ کے کثرت ذکر اور اس کی محبت سے خالی ہے یا اس میں اللہ کی محبت برائے نام ہے تو اس طرح کی باطنی حالت سے اعمال میں جان، قوت اور نماز میں خشوع وخضوع پیدا نہیں ہوسکے گا، اس آیت سے معلوم ہوا کہ ذکر دین کے مقاصد میں شامل ہے، نماز بھی ذکر ہی ہے، لیکن نماز ذکر کی قلیل خوراک ہے، یہ نماز حقیقی نماز اس وقت بنے گی، جب ذکر پر محنت ہوگی، یہ وہ اہم نکتہ ہے، جسے سمجھنا ضروری ہے، ظاہری اعمال دراصل باطنی حالات کے عکاس ہوتے ہیں، اس دور میں علم پر تو زور ہے، بڑی بڑی درسگاہیں قائم ہیں، لیکن باطن کی درستگی اسے اللہ کی محبت سے سرشار کرنے اور اللہ کے ذکر کے ملکہ کو راسخ کرنے کی طرف توجہ نہ ہونے

کے برابر ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ قوم میں دینی، اخلاقی وایمانی اعتبار سے بے حسی کی فضا غالب ہے۔ (مرتب)

اذْهَبْ أَنتَ وَأَخُوكَ بِآيَاتِي وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي. (سورۃ طٰہٰ، آیت نمبر۴۲)

(حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا جارہا ہے کہ، تم اور تمہارے بھائی میری آیتیں لے کر فرعون کے پاس جاؤ لیکن میرے ذکر میں سستی نہ کرنا)۔

تعلیم وتربیت میں برکت کے لئے ذکر کے اہتمام کا ضروری ہونا

اگر کوئی تعلیم دینے والا یہ چاہتا ہے کہ اس کی تعلیم وتعلم میں برکت اور عمل کا شوق پیدا ہو تو اسے چاہئے کہ اپنے آپ کو ذکر الٰہی کا عادی بنائے۔

تشریح:

حقیقی معلم ومربی کو ذکر کا وافر ذخیرہ چاہئے، ذکر پر جتنی زیادہ محنت ہوگی، معلم کی تعلیم میں اتنا زیادہ اثر ہوگا، اور اسی قدر طالب کے باطن میں ہلچل برپا ہوگی، مربی جو کامل طور پر سلوک طے کر چکا ہے، اسے بھی روزانہ کے ذکر کے معمول کو جاری رکھنا ناگزیر ہے، ورنہ ذکر کی عدم تازگی کی وجہ سے تربیت کے حوالے سے اس کی باتیں بھی پوری طرح کارگر اور مفید ثابت نہ ہوں گی، دوسروں کی اصلاح کی فکرمندی ومصروفیات میں روزانہ کے ذکر میں ناغہ ہوگا تو مربی کی کیفیات اور اس کے حالات میں تغیر پیدا ہونا شروع ہوگا، اس لئے تعلیم وتربیت کے لئے اللہ کے ذکر کا معمول ہونا ناگزیر ہے، اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی ورسول کو فرعون کے پاس بھیجتے ہوئے یہی تلقین فرماتے ہیں، جس سے ذکر کی فیصلہ کن اور غیر معمولی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ ذکر الٰہی کا بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ سے تعلق میں تازگی قائم رہتی ہے، جو اپنے ساتھ اللہ کی مدد ونصرت کو لاتی ہے، دعوت اور اللہ کی طرف بلانے کا کام کتنا ہی اہم سہی، لیکن اگر اس کام میں اللہ کا کثرت ذکر شامل نہ ہوگا تو یہ کام خیر وبرکت سے خالی ہوگا اور فرد کی اپنی زندگی میں نورانیت اور رونق پیدا نہ ہوسکے گی۔ (مرتب)

قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوا بِهِ. (سورۃ طٰہٰ، آیت نمبر۹۶)

(اس نے کہا کہ مجھ کو ایسی چیز نظر آتی تھی جو دوسروں کو نظر نہ آتی تھی)۔

پوشیدہ صلاحیتوں کا ظاہر ہونا، بزرگی کی علامت نہیں

پوشیدہ اشیاء کا ظاہر ہوجانا اور عجیب وغریب مشاہدات کا اولیاء اللہ ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ بعض اوقات فاسق وفاجر حتیٰ کہ کفار کو بھی یہ صورت پیش آسکتی ہے، اس لئے اس سے متاثر نہ ہونا چاہئے۔

تشریح:

جس طرح مادی دنیا میں تلاش وتحقیق اور جدوجہد سے نئی نئی مادی چیزیں تخلیق ہوتی ہیں، اور کائنات کے اسرار ورموز کھلتے رہتے ہیں، اسی طرح نفسیاتی اور روحانی دنیا میں مختلف قسم کے مجاہدوں سے فرد پر مختلف اقسام کی پوشیدہ باتیں آشکار ہوتی ہیں، یہ باتیں کفار اور فساق کو بھی حاصل ہیں، فرعون نے جن جادوگروں کی خدمات حاصل کیں، انہوں نے نظروں کو ہپناٹائیز کرکے رسیوں کو سانپ کی صورت میں ظاہر کیا، جس سے سارے دیکھنے والے حیرت زدہ ہوگئے، اس طرح کی چیزوں کی حیثیت طلسمات سے زیادہ نہیں ہوتی، البتہ اللہ کی محبت اور حقیقی روحانی دنیا میں داخل ہونے کے بعد اہل اللہ کو جو مشاہدے ہوتے ہیں، ان کی حیثیت انعام کی سی ہوتی ہے۔ (مرتب)

قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَا يَبْلَى. (سورۃ طٰہٰ، آیت نمبر۱۲۰)

(کہنے لگا کہ اے آدم کیا میں تمہیں ہیشگی کا درخت نہ بتادوں اور ایسی بادشاہی جس میں کبھی ضعف نہ آئے)۔

طالب کے لئے غیر ضروری باتوں وکاموں سے بچنے کے لئے کوشاں ہونا

مرید کو جو سبق دیا جائے، وہ اسی میں لگے، غیر ضروری چیزوں کی طرف دھیان نہ دے، کیونکہ اس سے اس کو نقصان ہوگا اور اسے مقام وغیرہ شیخ کی رہنمائی کے بغیر حاصل نہ ہوگا۔

تشریح:

طالب کا کام یہ ہے کہ شیخ کی طرف سے اسے اللہ کا جو ذکر دیا جائے، اس پر وہ خوب محنت کرے، ذکر پر محنت کے نتیجہ میں اسے جو انعامات حاصل ہوں گے، وہ ایسے

انعامات ہیں، جس کے مقابلہ میں ساری دنیا کی نعمتیں ہیچ ہیں، طالب کے لئے غیر ضروری کاموں میں لگنا سخت نقصان دہ ہے، غیر ضروری گفتگو، دوسروں کے معاملات میں الجھنا، معاشی خوشحالی کی جدوجہد اور اس کی فکرمندی، یہ ساری چیزیں ایسی ہیں، جو طالب کے لئے حجاب کی حیثیت رکھتی ہیں، شیخ کی صحبت اور مجاہدوں سے ہی اسے بالآخر وہ مقام حاصل ہوگا، جہاں وہ انسانی جوہروں سے بہرہ ور ہوگا۔ شیخ، طالب کے لئے وہی چیزیں تجویز کرتا ہے، جو اس کے لئے دنیا وآخرت میں جملہ بھلائیوں کی حامل ہوتی ہیں، طالب ان چیزوں میں پوشیدہ حکمت ومصلحت نہ سمجھنے کی وجہ سے عام طور پر ان کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا، جس کی وجہ سے وہ راہ سلوک میں یا تو سست رفتاری سے چلتا ہے یا فرار اختیار کرتا ہے۔ (مرتب)

وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ. (سورۃ الانبیاء، آیت نمبر ۳۵)

(اور ہم تم کو بُری حالتوں سے بھی اچھی طرح آزماتے ہیں)۔

قبض سے خیر کا برآمد ہونا

اس میں ہر ناگوار اور مرغوب چیز آ گئی تو اس میں قبض بھی داخل ہوگیا، پس آیت اس بات کی دلیل ہے کہ قبض میں حکمتیں اور اسرار موجود ہوتے ہیں اور اس سے اہل سلوک تسلی لیتے ہیں اور (دوسروں کو) تسلی دیتے ہیں۔

تشریح:

قبض (بے چینی) اس لئے ہوتا ہے، تاکہ طالب، راہ سلوک کے مراحل میں ارتقا حاصل کرتا رہے، اس لئے کہ قبض (اضطراب) اپنے ساتھ بسط (خوشی) بھی لاتا ہے، قبض کی ہر حالت کے بعد بسط کا ورود ہوتا ہے، سالک کا سارا سفر قبض وبسط کے انہی حالات سے وابستہ ہے، اگر طالب قبض کے انگاروں سے گزرنے کے لئے تیار نہیں تو اس کے لئے سلوک میں چلنا ممکن نہیں، یہ قبض وبسط (یعنی بے چینی وخوشی) کے حالات ہی ہیں، جو طالب کے نفس کی سرکشی کے زور کو توڑ کر، اس کے لئے محبوب سے وصال کا ذریعہ بنتے ہیں، اس لئے قبض سے پریشان ہرگز ہرگز نہ ہونا چاہئے، طالب کو یہ نکتہ ذہن نشین کرنا چاہئے کہ سلوک کے یہ دشوار گزار لمحات جلد ہی گزر جائیں گے، اس کے بعد اسے ایسی نئی زندگی ملے گی، جس پر سو جانیں بھی قربان کی جاسکتی ہیں قبض میں جو حکمتیں پوشیدہ ہیں،

انہیں منتہی صوفی ہی سمجھتا ہے، اس لئے وہ طالبوں کو ہر طرح کی تسلی دیتا ہے کہ قبض سے گھبرانے کی ضرورت نہیں، محبوب نے اپنے قرب کے مقامات یا وصال کی دولت عظمیٰ طویل عرصہ تک قبض کے حالات سے گزرنے سے ہی وابستہ کی ہے، متوسط صوفی چونکہ بہت تیز رفتاری سے چلتا ہے، روزانہ کے وقت کا بیشتر حصہ وہ ذکروفکر میں گذارتا ہے، اس لئے اسے قبض کے زیادہ حالات سے گزارنا پڑتا ہے، جس طرح ہمالیہ پہاڑ طے کرنے والے کو آگے کے مراحل زیادہ دشوار لگتے ہیں اور اسے ساری طاقت صرف کر کے چلنا پڑتا ہے، یہی حالت طالب کو یہاں بھی درپیش ہوتی ہے۔ (مرتب)

وَمِنَ الشَّيَاطِينِ مَن يَغُوصُونَ لَهُ. (سورۃ الانبیاء، آیت نمبر ۸۲)

(اور بعضے بعضے شیطان (جن) ایسے تھے جو سلیمان کے لئے دریاؤں میں غوطے لگاتے تھے)۔

تقویٰ کے نتیجہ میں جن وانس میں رعب کا پیدا ہوجانا

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرا اور اس نے تقویٰ اختیار کیا، اس سے جن وانس سب ڈرتے ہیں۔

تشریح:

اللہ سے تقویٰ اختیار کرنے کے نتیجہ میں بندہ مؤمن کو اللہ کی معیت حاصل ہوتی ہے، اللہ کی یہ معیت جن وانس کے دلوں میں صاحب تقویٰ فرد کے بارے میں ایک قسم کا رعب پیدا کردیتی ہے، اگرچہ بظاہر یہ محسوس نہ ہوتا ہو، لیکن عملاً ایسا ہی ہوتا ہے، اس رعب کی وجہ سے وہ اسے نقصان پہنچانے سے پہلے سو بار سوچتے ہیں، یہ رعب اللہ کی طرف سے ان کی دلوں میں ڈال دیا جاتا ہے، اس لئے جس تقویٰ کے نتیجے میں اہل دنیا سے بے خوفی پیدا ہوتی ہو، اور آخرت میں نجات کی امید تو ایسی تقویٰ کے حصول کے لئے اگر ساری جسمانی توانائیاں بھی خرچ ہوں تو سستا سودا ہے۔ (مرتب)

الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ. (سورۃ الحج، آیت نمبر ۴۱)

(یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دیدیں تو یہ نماز کی پابندی کریں

اور زکوٰۃ دیں اور نیک کام کرنے کا کہیں اور بُرے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام تو اللہ کے اختیار میں ہے)۔

ذکر واعمال صالحہ میں مداومت سے دوسروں کی تربیت کے مقام پر فائز ہونا

جو اعمال صالحہ پر مداومت اختیار کرتے ہیں اور ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں، جس بنا پر ان میں ٹھہراؤ پیدا ہوجاتا ہے، اور پھر یہ لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنتے ہیں اور گمراہی سے بچاتے ہیں۔

تشریح:

ذکر الٰہی پر مداومت کے نتیجہ میں اعمال صالحہ کی استعداد پیدا ہوتی ہے اور اعمال صالحہ مزاج کا حصہ بننے لگتے ہیں، ایک عرصہ تک ایسا کرتے رہنے کے نتیجے میں ایک وقت ایسا آتا ہے کہ طاب کے مزاج میں نشیب وفراز اور زیر وزبر ہونے کی حالت ختم ہوجاتی ہے اور اس کے مزاج میں ٹھہراؤ پیدا ہوجاتا ہے، وہ ہر طرح کے حالات میں حق پر گامزن رہتا ہے، اسے اللہ کے ساتھ بقا کی حالت نصیب ہوتی ہے، اس مقام پر رسائی کے بعد وہ دوسروں کی اصلاح اور ان کے تزکیہ وتربیت کا ذریعہ بنتا ہے، لیکن اس مقام تک رسائی آسان کام نہیں، اس کے لئے روحانی وجسمانی دونوں طرح کے مجاہدوں سے کام لینا پڑتا ہے، جسم کی ساری توانائیوں کا آخری حدتک استعمال کرنا پڑتا ہے، جب محبوب دیکھتا ہے کہ میرے محبّ نے میرے لئے اپنے ساری توانائیاں خرچ کر ڈالی ہیں اور وہ ذہنی واعصابی طور پر نڈھال ہوگیا ہے۔ میرے وصال کے لئے زندگی کی آخری سانس تک مجاہدوں کے حوصلہ سے سرشار ہے تو اس وقت محبوب اپنے فضل خاص سے طالب کو مجاہدوں کی بھٹی سے نکال کر دوسروں کی تربیت کے مقام پر فائز کرتا ہے۔ (مرتب)

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ. (سورۃ الحج، آیت نمبر۴۶)

(بات یہ ہے کہ (نہ سمجھنے والوں کی) آنکھیں اندھی نہیں ہوتی، بلکہ دل جو سینے میں ہوتے ہیں وہ اندھے ہوتے ہیں)۔

دل کی آنکھوں کی بینائی کے بغیر فرد کا ہلاکت سے دوچار ہونا

کفر اور برے کاموں میں ہلاکت اسی کو نظر آئے گی، جس کی دل کی آنکھیں زندہ (بیدار) ہوں۔

تشریح:

دل کی آنکھوں کی بینائی کے بغیر فرد اندھیرے میں رہنے لگتا ہے، اسے نفس کی خرابیاں مثلاً حب جاہ وحب مال اور حرص وہوس کے بت نظر نہیں آتے، اس کی پوری زندگی نفس کے بت کدے کے سامنے سجدہ ریزی میں صرف ہونے لگتی ہے، اس کی ظاہری دینداری عام طور پر اسے حرص وہوس اور حسد وجلن وغیرہ سے بچانے میں کامیاب نہیں ہوتی، دل کی تاریکی کی صورت میں برائی بھی اچھائی کی صورت میں نظر آنے لگتی ہیں، اہل علم واہل عقل، سلف وخلف کی تردید وتکذیب کے کام کو دینی خدمت کا کام سمجھنے لگتے ہیں، مسلم معاشروں میں ہر دور میں پیدا ہونے والے لگ بھگ سارے فتنے دل کی آنکھوں کی عدم بیداری کی وجہ سے ہی پیدا ہوتے رہے ہیں، دل کی یہ آنکھیں محض علم، ذہانت اور معلومات واستدلال سے بیدار نہیں ہوتی، بلکہ اس کے لئے صاحبانِ دل کی صحبت کی ضرورت لاحق ہوتی ہے، تاکہ ان کی صحبت کی برکت اور ذکر کے ماحول کی وجہ سے دل کی آنکھوں کی بیداری کی راہ میں حائل رکاوٹیں دور ہوں اور حالات وواقعات صحیح صورت میں نظر آنے لگیں۔ (مرتب)

مادیت وروحانیت کی کشمکش

اوراس کے اثرات ونتائج

کامیاب زندگی نام ہے مادی ضروریات اور روحانی ضروریات کے درمیان اعتدال وتوازن پیدا کرنے کا، مادی ضروریات میں کھانا پینا، سونا، جنسی عمل کی جائز تسکین، راحت کے کم سے کم سامان کا ہونا وغیرہ شامل ہے، ان مادی ضروریات کے بغیر انسانی زندگی کی گاڑی چل ہی نہیں سکتی اورجسم بیمار ہوکر موت کا شکار ہوجاتا ہے، روحانی ضروریات میں مخلصانہ عبادت، ذکر وفکر، اطاعت، سیرت وکردار میں پاکیزگی، اللہ کے مخلوق کے کام آنا، محبت کرنا، دوسروں کی دلجوئی کرنا، نیکی کوفروغ دینے کے لئے کوشاں وغیرہ شامل ہیں، یہ ایسی چیزیں ہیں، جن سے روح کی طمانیت وتسکین وابستہ ہے۔

ہماری روحانیت کی بنیاد

روحانیت کا ہمارا تصور، عقیدہ توحید اور اس کے لازمی نتیجے کے طور پرعقیدہ رسالت، عقیدہ آخرت اور ایمان بالغیب پر مبنی ہے۔ مسلمان کی حیثیت سے ہماری روحانیت کی بنیادیں یہی ہیں۔ اعمال صالحہ اور انسانی جوہروں سے بہرہ وری، اس کے لوازمات میں شامل ہیں، اس طرح ہمارا روحانیت کا رشتہ اسلامی شریعت سے قائم ہوتا اور مستحکم ہوتا ہے۔ اس کے بغیر روح کے تقاضوں کا پورا ہونا اور روح کے جذبات محبت کے ارتقا کی صورت کا پیدا ہونا ممکن ہی نہیں۔

روحانیت کی بعض اہم خصوصیات

روح مادہ سے ماوریٰ چیز ہے اور جوہری چیز ہے، روح نے الست بربکم کے جواب میں قالوابلیٰ کہا ہے، قالوابلیٰ کی یہ صدا اب بھی انسانی شخصیت کی گہرائیوں میں گونج رہی ہے، بچہ کو یہی صدا فطرت سلیمہ کی حالت پر رکھتی ہے۔

جس طرح لیبارٹری میں ٹیسٹ کے ذریعے اشیا کی خصوصیات معلوم ہوتی ہیں، اسی طرح ذکر وفکر کے ذریعے باطن کی گہرائیوں میں ڈوب کر روح کی جوخصوصیات معلوم ہوتی رہی ہیں، ان کواس طرح بیان کیا جا سکتا ہے۔

(۱) توحید، رسالت اور آخرت کےعقیدہ کا قائم ہونا (۲) وحی کے ذریعے حاصل ہونے والی تعلیمات پر یقین رکھنا (۳) اسلامی شریعت پر استقامت سے گامزن ہونا (۴) اللہ سے والہانہ محبت کے ذریعے مادی اورنفسی قوتوں کو پامال کرتے رہنا (۵) قرآن وسنت کی ظاہری تعلیمات پرعمل پیرا ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں موجودنور تک رسائی حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہونا (۶) اعمال صالحہ کا صدور ہونا (۷)اللہ کے بندوں سے محبت کرنا اور ان کے کام آنا (۸) نیکی کی تلقین کرنا اورحق وصداقت کے پیام کو اپنےعمل، اپنے ''حال'' اورقول کے ذریعہ دوسروں تک پہنچانے کے لئے کوشاں ہونا۔

(۹) انسانی جوہروں سے بہرہ ور ہونا (۱۰) محبوب حقیقی سے وصال کے لئے مجاہدوں سے کام لینا (۱۱) باطنی بیماریوں سے بڑی حد تک نجات حاصل کرکے، روح کی پرواز کو بلند کرنا (۱۲)مادی دنیا سے بے رغبتی اور بے نیازی کا ہونا (۱۳) اخلاص، للھیت اور بےنفسی کا ہونا (۱۴)دکھ اورسکھ میں انسانیت کے کام آنا (۱۵) اللہ سے روٹھے ہوئے انسانوں کو اللہ سے ملانے کے لئے کوشاں ہونا (۱۶) مادیت پرستی کی بے رحم طاقتوں کے ستائے بتائے ہوئے افراد کو سایہ فراہم کرنا (۱۷) اپنی ذات سے دوسروں کو اذیت سے بچانے کی صلاحیتوں کا ہونا (۱۸) حمیت دین کا ہونا وغیرہ وغیرہ۔

روح کی یہ خصوصیات ایسی ہیں، جونفسی ومادی قوتوں پر روحانی قوتوں کو غالب کرنے کے نتیجہ میں رفتہ رفتہ پیدا ہوتی اور ارتقا پذیر ہوتی ہیں۔

ان خصوصیات میں جتنی کمی واقع ہوگی، یہ سمجھا جائے گا کہ روح ابھی روحانی بالیدگی اور تزکیہ کے اس مقام پرنہیں پہنچی، جہاں نفسی قوتیں بڑی حد تک پامال ہوں اور ان کی سرکشی کا زور ٹوٹ جائے۔ جب نفس کی سرکشی کا زور ٹوٹ جائے گا تو انسانی شخصیت سے ان صفات وخصوصیات کا ظہور ہوگا، اس طرح معاشرہ طاقتور روحانی شخصیتوں کے فیض سے بہرہ ور ہوگا، لیکن مصروف افراد میں ان خصوصیات کا کچھ نہ کچھ حصہ ہونا ضروری ہے، جوصحبت صالحہ اور ذکر وفکر کے کچھ نہ کچھ اجزاء کو معمول بنانے سے حاصل ہوگا، ان خصوصیات میں کمال حاصل ہو، یہ

خاص افراد کا کام ہے جن کے پاس وقت ہو، جن کے پاس ضرورت کے لئے مال ہو یا جو توکل کا مزاج رکھتے ہوں، ایسے افراد کی نفسی قوتوں کو آتش عشق میں جلا کر ان کو تزکیہ کے مراحل سے گزارا جاتا ہے، پھران سے دوسروں کی تربیت کا کام لیا جاتا ہے۔

مادیت پرستی کی تحریک کے لوازمات

مادی تحریک اور مادہ پرست فکر کے لوازمات اور اس کی ''خصوصیات'' درج ذیل ہیں (۱) غیبی حقائق کا انکار کرنا (۲) تخلیق کائنات کو اللہ کے بجائے (مادی نوعیت کے) قدرتی قوانین کا نتیجہ سمجھنا (۳) مسائل زندگی اور معاملات زندگی کو عقل اور عقلیت کی رہنمائی کے ذریعہ حل کرنا (۴) سیکولرزم اور ماڈرن ازم کو ایمان کا درجہ دینا (۵) خواہشات نفس کی آگ کو بڑھکاتے رہنا (۶) زندگی کو کامیاب اور خوشگوار بنانے کے لئے مادی راحت کے سامان کے حصول کی آخری حد تک کاوشوں کا ہونا (۷) عورت کی آزادی اور اس کی عریانی کو بہت بڑی انڈسٹری کی صورت دینا، تاکہ انسانیت کے جنسی، حیوانی اور اسفل جذبات کو بڑھا کر، ان سے مال بٹورا جا سکے، مادہ پرستی کی فضا کو عام کیا جائے تاکہ دینی اور مذہبی فضا کو مکدر کیا جاسکے۔ (۸) تعیش کے سامان کو فروغ دینے کے لئے اس طرح کی صنعتکاری کو رواج دیتے رہنا۔ (۹) جدید مادہ پرست تعلیم اور میڈیا کے تیز ذرائع کے ذریعہ انسانی ذہن کو کنٹرول کرنا اور اسے مادہ پرستی کی مسموم راہ پر لگانا (۱۰) ظالمانہ سرمایہ داری نظام کے ذریعہ امیر وغریب کے درمیان فاصلوں کو بڑھاتے جانا۔

(۱۱) انسانیت پر مادیت کے بھوت کو سوار کرنا (۱۲) دل، روح اور ضمیر کی صلاحیتوں کو مفلوج کرکے، انسانیت کو تنہائی، بے بسی اور بے حسی کا شکار بنانا۔

(۱۳) مادہ پرستی پر مبنی اپنی تہذیب کو حرف آخر سمجھنا، اس تہذیب سے متصادم پاکیزہ تہذیب کو اپنے لئے چیلنج سمجھکر اسے مٹانے کے لئے ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرنا (۱۴) مذہب کی محدود دائرے میں مذہبی رسوم اور پوجا پاٹ کی حد تک اجازت دینا، لیکن مادہ پرست تعلیمی نظام اور طاقتور میڈیا کے ذریعہ محدود مذہبی آزادی کے اثرات کو کالعدم کرنا (۱۵) لڑکے اور لڑکی کے ذہن اور مزاج کو ابتدا ہی سے جنسیت کے ہیجان خیزی کے شیطان کی طرف راغب کرنا۔

مسلمانوں کے بیشتر طبقات کا مغرب کے مادی فکر سے متاثر ہونا

مغرب کی مادی فکر جو لگ بھگ تین سو سال سے پیش ہورہی ہے، اس فکر کا ایک بڑا نقصان یہ ہوا ہے کہ مسلمانوں کے بیشتر طبقات کو اس فکر نے شعوری یا غیر شعوری طور پر متاثر کیا ہے، اس کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ تزکیہ کا کام جو دین کے نصب العینی کام کی حیثیت رکھتا ہے، وہ ہماری فکر میں ثانوی حیثیت اختیار کر چکا ہے یا عملی طور پر اس کی حیثیت ثانوی ہوگئی ہے، تزکیہ کے کام کو نہ تو سیاسی دینی حلقے اہمیت دینے کے لئے تیار ہیں اور نہ ہی دینی اور مذہبی حلقے اس کام کو حقیقی کام سمجھتے ہیں۔

تزکیہ کے اثرات

تزکیہ کے اس کام سے بے نیازی کا نتیجہ ہے کہ معاشرہ تیزی سے نفس پرستی اور مادیت کی طوفانی لہروں کی نذر ہوگیا ہے، ہماری سیاسی، معاشرتی اور اجتماعی زندگی بے شمار مسائل ومصائب کا شکار ہوگئی ہے، تزکیہ دراصل انسان کے نفسانی وجود پر روحانی قوتوں کو غالب کرنے، اسلام کی پاکیزہ اخلاقی قدروں سے بہرہ وری اور فیضیابی کا نام ہے۔

جب کسی معاشرے کا قابل ذکر حد تک تزکیہ ہوجاتا ہے، وہ اخلاقی اور روحانی طور پر مستحکم ہوجاتا ہے تو وہ اتحاد ووحدت کے رشتہ سے منسلک ہوجاتا ہے۔اس کا پاکیزہ اخلاقیات پر مشتمل اجتماعی نظام انسانیت کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے اور مادیت اور نفس پرستی کی بے رحم طاقتوں کی شکار انسانیت پاکیزہ اخلاقیات سے بہرہ ور ملت کو اپنا آئیڈیل سمجھکر، اس کے نظام زندگی کو اپنانے کے لئے للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگتی ہے۔

تزکیہ سے دوری کی وجہ سے مسلمانوں کے اجتماعی شیرازہ کا بکھر جانا

تزکیہ جو دین کا نصب العینی کام ہے، اس سے دوری کی وجہ ہے کہ مسلمانوں کا اجتماعی شیرازہ بکھر چکا ہے، دنیا واہل دنیا کی نظروں میں مسلمانوں کا رعب ختم ہوکر، ان کو ذہنی غلام بنانے اور اپنی مادہ پرست تہذیب کا حصہ بنانے کی دوڑ آخری مرحلے میں پہنچ چکی ہے۔

تزکیہ سے دوری کا گروہ بندی کو جنم دینا

تزکیہ سے دوری کا لازمی نتیجہ مادی دنیا سے محبت کرنے، مادی مفادات کو ترجیح دینے، مفادات کی بنیاد پر گروہ بندی کو مستحکم کرنے اور ایک دوسرے سے تصادم کی صورت میں ہی ظاہر ہوتا ہے، جب اسکولوں وکالجوں سے تزکیے کے خانے کو سرے سے نکال ہی دیا گیا ہو، دینی

مدارس بھی تزکیہ کے کام کو اپنے نصاب کا حصہ بنانے کے لئے تیار نہ ہوں، دینی وسیاسی جماعتوں کا نظام کی تبدیلی کا کام اوڑھنا بچھونا بن چکا ہو تو اس طرح کی صورتحال میں معاشرے میں تزکیہ کے کام کے لئے فکرمندی اور اس کی ضرورت واہمیت کا احساس کیسے اجاگر ہوسکتا ہے؟ چنانچہ علم اور دین کے حوالے سے نظام کی تبدیلی کا سارا کام تزکیہ میں معاون ثابت ہونے کے بجائے تزکیہ سے دوری کا ذریعہ بن جاتا ہے جس سے معاشرہ اخلاقی طور پر کھوکھلا ہوجاتا ہے اور معاشرے میں مادہ پرستی کی دعوتوں سے متاثر ہونے کے زہریلے اثرات پوری طرح غالب رہتے ہیں۔

مادیت کی تحریک کی طرف سے مسلمانوں پر قیامت ڈھانا

اس نکتہ کی مزید تفصیل یہ ہے کہ مادیت پرستی کی تحریک اور اس کے مادی فکر نے مسلمانوں پر جو قیامت ڈھائی ہے، وہ یہ ہے کہ ہر طبقہ کے افراد معاشرہ سے تزکیہ کی اہمیت کے احساس کو سلب کر دیا ہے، نیز اس نے ہمارے صدیوں کے تربیتی نظام (جو خانقاہی صورت میں موجود تھا) اس پر اعتماد کو متزلزل کر کے، جدید افراد اور خود مذہبی افراد کو تزکیہ اور خانقاہی نظام سے دور کر دیا ہے، اس طرح ہمارے خانقاہی نظام پر ضرب کاری لگائی ہے چنانچہ نفس پرستی اور مادیت پرستی کی قوتوں کے سامنے بند باندھنے کی صورتیں مسدود ہوگئی ہیں۔

خواہشات کے طوفان کا اودھم مچانا

خواہشات کے طوفان نے وہ اودھم مچایا ہے کہ ہماری انفرادی واجتماعی زندگی افراتفری کا شکار ہوگئی ہے اور عقل وہوش کی بات سننے کی فضا ختم ہوگئی ہے۔

سارے اداروں کا افراد کو تزکیہ سے دور کرنے کی روش کا ہونا

جب ہمارے اسکول اور کالج معاشرے کو نفس پرست افراد فراہم کریں گے، ہمارے دینی مدارس معاشرے کو تزکیہ سے خالی محض وعظ ونصیحت کی باتیں کرنے والے افراد مہیا کریں گے، ہماری دینی وسیاسی جماعتیں محض سیاسی تبدیلی کے حامل افراد تیار کریں گے، جو دین کے نام پر خارجی جدوجہد ہی کو دین کا نصب العین سمجھیں گے تو معاشرے کا یہ حال نہ ہوگا تو کیا ہوگا۔

علم اور تزکیہ کا جداگانہ اثرات کا حامل ہونا

جدید مادی فکر کا ایک بڑا نقصان یہ ہوا ہے کہ علم کی تحصیل سے عام طور پر ظاہری تبدیلی واقع ہوتی ہے، نیز اس سے عقل متاثر ہوتی ہے، جب کہ تزکیہ کے لیے مجاہدوں سے باطن کی وسیع دنیا میں تبدیلی واقع ہوتی ہے اور پاکیزہ روحانی واخلاقی قدروں سے بہرہ وری کی صورت پیدا ہوتی ہے اور ذاتی مفادات سے نجات کی صورت پیدا ہوکر، اخلاص، للھیت، بے نفسی اور مفادات سے بلندی کی صورت پیدا ہوتی ہے، جدیدیت نے علم اور تزکیہ کی ان جداگانہ خصوصیات کے فہم کو بُری طرح متاثر کیا ہے۔

علم کو تزکیہ کے مقصد میں معاون ثابت ہونا چاہئے، نہ کہ دوری کا موجب ۔علم اس وقت غیر معمولی نافع ثابت ہوتا ہے، جب فرد تزکیہ کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔

ہمارے بزرگوں کا جہادی سرگرمیوں میں ایک فریضہ کی حیثیت سے حصہ لیتے رہنا

یہ بجا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے اپنے اپنے دور میں جہادی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیا ہے اور وقت کے فتنوں کا بھی مقابلہ کیا ہے، یہ ہماری پوری تاریخ ہے، ہندستان میں انگریز کے غلبہ کے دور میں اور ان کے غلبہ سے نجات کے لئے کوششوں میں ہمارے بزرگوں نے کردار ادا کیا ہے، لیکن ایک تو یہ کہ وہ عقل وعقلیت پر مشتمل اپنے دور کے فکر سے متاثر بالکل نہیں ہوئے، دوسرے یہ کہ انہوں نے ہر دور میں تزکیہ کے کام کو نصب العینی اہمیت دی اور اپنی بیشتر صلاحیتیں معاشرے میں تزکیہ کے لئے فضا ہموار کرنے کی سرگرمیوں میں صرف کی، سوم یہ کہ انہوں نے جہادی سرگرمیوں کو دین کے ایک فریضہ کی حیثیت سے ادا کیا، جونہی یہ وقتی وہنگامی فریضے کی ضرورت باقی نہ رہی، وہ دعوت واصلاح وتزکیہ کے کام میں ہمہ جہتی مصروف ہوگئے۔

موجودہ دور میں مسلم فاضلوں پر جدیدیت کے اثرات

موجودہ دور میں جدیدیت کے فکر نے بیشتر مسلم فاضلوں اور مفکروں کو اس حد تک متاثر کیا کہ وہ باطن کی وسیع دنیا اور تزکیہ کے کام کی نصب العینی اہمیت سے بے خبری کی وجہ سے خارجی جدوجہد ہی کو دین کا نصب العین قرار دینے لگے، جس کا نتیجہ ہے کہ معاشرے کو طاقتور

اخلاقی وروحانی صلاحیتوں کے حامل افراد ملنا بند ہوگئے، جو معاشرے کو اخلاقی وروحانی طور پر سنبھالنے کا کردار ادا کرتے، اس طرح معاشرہ اخلاقی اور روحانی طور پر بانجھ ہوگیا، شہروں اور قصبوں میں گھوم جایئے، حقیقی اہل اللہ کی خانقاہیں ویرانی کا منظر پیش کررہی ہیں، اس لئے کہ افراد معاشرہ سے تزکیہ اور روحانی بالیدگی کی طلب ہی ختم ہوگئی ہے۔

البتہ مادی مقاصد کے لئے جعلی بزرگوں اور عاملوں کی بھرمار ہے، چونکہ افرادِ معاشرہ کو ایسے عاملوں اور ایسے جعلی پیروں کی ضرورت ہے، اس لئے وہ وافر مقدار میں دستیاب ہیں۔

مغرب کو حاصل برتری کا سبب ہماری اخلاقی تعلیمات کو اختیار کرنا ہے

مغرب کو اس کی تمام تر خرابیوں کے باوجود دنیا پر جو بالاتری وفوقیت حاصل ہے، اس کا سبب دراصل قومی اخلاقیات کا وہ نظام ہے، جو اس نے اسلام سے لیا ہے، اس قومی اخلاق میں انفرادی مفاد پر قومی مفاد کو ترجیح دینا، ریاستی مفادات کی خاطر اپنی رائے سے دستبردار ہونا، اجتماعیت اور تنظیم کی صلاحیت کا ہونا، اجتماعی اداروں کا مستحکم ہونا، قانون کی حکمرانی کے نظام کا غالب ہونا، افراد کا قوم کو نقصان پہنچانے کی کوششوں سے محفوظ ہونا، وقت کی پابندی، اشیاء میں ملاوٹ کا نہ ہونا، اپنے منصبی کاموں کو پوری احساس ذمہ داری کے ساتھ ادا کرنا، معاشرے کے غریب افراد کی ریاست کی طرف سے کفالت کا انتظام ہونا، غریب افراد کے لئے علاج کی مفت سہولتوں کا ہونا، اشیائے کائنات میں موجود قدرتی قوانین کی خصوصیات کو تلاش وتحقیق کے ذریعہ معلوم کرکے، ان اشیاء کو اپنے تابع بنانا، رات کو سویرے سونا اور صبح کو سویرے اٹھنا وغیرہ شامل ہے۔

اگرچہ اہل مغرب نے ہماری ان تعلیمات کو خالص اپنی مادی دنیا کو بہتر بنانے کے لئے استعمال کیا ہے، اس کے باوجود وہ اس کے فوائد وثمرات سمیٹ رہے ہیں، جب کہ ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اپنی ان پاکیزہ تعلیمات سے بہت دور چلے گئے ہیں، جس کا نتیجہ مغرب کی غلامی کی صورت میں ہم بھگت رہے ہیں، ذہنی غلامی بھی تو معاشی وعملی غلامی بھی۔

قرآن میں تزکیہ کی اہمیت

تزکیہ جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا، قرآن نے اس کو فیصلہ کن اہمیت دی ہے، **قد افلح من تزکیٰ** ترجمہ: کامیاب ہے وہ شخص جس نے اپنا تزکیہ کیا (یعنی نفس کو پاک کیا) دوسری جگہ ہے **قد افلح من زکٰها وقد خاب من دساها.** ترجمہ: جس نے اپنے نفس کو پاک کیا وہ مراد کو پہنچا اور جس نے اسے خاک میں ملایا وہ خسارے میں رہا۔

قرآن میں حضور ﷺ کی بعثت کے چار مقاصد بیان فرمائے گئے ہیں۔ کتاب کی تعلیم، آیات کی تعلیم، تزکیہ کی تعلیم اور حکمت کی تعلیم۔

بعض علمائے ربانیین نے اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے کہ غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ کتاب کی تعلیم، آیات کی تعلیم اور حکمت کی تعلیم کا مقصد بھی تزکیہ یعنی نفس کی پاکیزگی ہے، اس لئے کہ نفس کی پاکیزگی کے بغیر کتاب وسنت کی تعلیم پر اس کی پوری روح کے ساتھ عمل کرنا دشوار ہوتا ہے۔

قرآن میں ایک جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے آتا ہے۔ **اذهب الیٰ فرعون انه طغیٰ فقل هل لک الیٰ ان تزکیٰ.** (سورۃ النازعات آیت نمبر۱۷، ۱۸) (فرعون کے پاس جاؤ وہ سرکش ہوگیا ہے، اسے کہو کہ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا تزکیہ ہو)۔

روح کی سب سے بڑی ضرورت

روح کی سب سے بڑی ضرورت محبوب حقیقی یعنی اللہ سے محبت کے ارتقائی مراحل طے کرنا ہے، روح کی اس ضرورت کی تکمیل جسم، جسمانی نظام اور اس کے اعضا کا ساتھ دینے سے ہی ہوسکتی ہے، اس لئے کہ جسم، روح کی سواری ہے، اس سواری پر چل کر ہی وہ محبوب کے لئے صبر آزما مجاہدے کرسکتی ہے۔ اگر ذہن اور اعضائے جسم اس مقصد کے لئے روح کا ساتھ دینے کے لئے تیار نہیں تو روح، مادیت اور نفس پرستی کی زنجیروں کو توڑ کر، محبوب تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔

مادیت وروحانیت کی کشمکش کا زندگی کے ہر مرحلہ پر جاری رہنا

فرد کی شخصیت میں عام طور پر مادیت اور روحانیت کی کشمکش زندگی کے ہر موڑ اور ہر مرحلے میں جاری رہتی ہے، فرد مادیت اور نفس پرستی کی کتنی ہی دلدل میں پھنس جائے، جب بھی اس کی شخصیت میں روح کے تقاضوں کا احساس پیدا ہوجائے، اسے ہمت کا مظاہرہ کرتے ہوئے محبوب کی محبت کی راہ پر گامزن ہونا چاہئے، تاکہ روح کے محبت کے جذبات کی تسکین وتشفی کا

انتظام ہو سکے، اس طرح شخصیت تلاطم سے بچ کر، حالت ٹھہراؤ میں آ سکے۔

چونکہ روح جوہری چیز ہے، جسم اس کا حصہ ہے، دونوں ایک دوسرے سے مربوط ہیں، اس لئے محبوب سے وصال کے لئے روح جوں جوں محبت کے ارتقائی مراحل طے کرتی جاتی ہے، اس کی لذت اور بے پناہ مسرت کے احساسات کا ایک حصہ سارے جسم کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے، چنانچہ اعضائے جسم روح کے حالت وجد کے اثرات محسوس کرنے لگتے ہیں، بلکہ حالت وجد میں اس کا ساتھ دینے لگتے ہیں۔

روحانیت کے ادراک کا سلب ہوجانا

موجودہ دور جس میں ہم رہ رہے ہیں، اس میں نہ صرف یہ کہ مادی ضروریات اور روحانی ضروریات کے درمیان توازن بگڑ گیا ہے، بلکہ حقیقتاً یہ دور مادہ پرستی کے غلبہ کی صورت اختیار کر چکا ہے اور افراد معاشرہ سے سرے سے روح کی ضروریات کا ادراک ہی سلب ہوگیا ہے۔

روح اپنی خالق ہستی کے بغیر رہ نہیں سکتی

روح کی ساخت کچھ اس قسم کی ہے کہ وہ اپنی خالق ہستی (جو اس کی محبوب ترین ہستی بھی ہے) وہ اس کے بغیر رہ نہیں سکتا، اس لئے روح کی ضروریات سے اعراض وانکار کا لازمی نتیجہ بے شمار باطنی، روحانی، اخلاقی، نفسیاتی اور ذہنی بیماریاں ہیں، جو روح وروحانیت کی عدم تسکین کا لازمی نتیجہ ہیں۔

روح کا ہرصورت میں اپنے جذبات محبت کی تسکین چاہنا

ہم چاہیں یا نہ چاہیں، لیکن یہ حقیقت ہے کہ روح ہرصورت میں اپنی ضروریات اور اپنے جذبات واحساسات کی تسکین وتشفی چاہتی ہے، مادہ پرست انسان یا رسمی نوعیت کا مذہبی انسان بھی اگر روح کو اپنی مطلوبہ غذا یعنی مخلصانہ عبادت، ذکر وفکر، سیرت وکردار میں پاکیزگی اور مخلصانہ اطاعت کی صورت میں نہ دے گا تو وہ باطنی بیماریوں کا شکار ہوکر، مایوسی، احساس تنہائی، اشتعال، ڈپریشن اور خودکشی تک کے حالات سے دوچار ہوسکتا ہے، اس لئے کہ روح جسم اور جسمانی قوتوں کو اپنے پاکیزہ مقاصد کے لئے استعمال کرنا چاہتا ہے، جسم اور جسمانی نظام جب اس پاکیزہ مقصد میں روح کا ساتھ نہیں دیتا تو روح ایسے جسمانی نظام کو معطل کر کے، موت کے سے حالات سے دوچار کر دیتی ہے۔

مادہ پرستی کے حالات سے معاشرے کا باطنی بیماریوں کے معاشرے میں تبدیل ہوجانا

مادہ پرستی کے حالات جس رفتار سے بڑھتے جائیں گے، انسانی معاشرہ اسی رفتار سے ہولناک باطنی بیماریوں کا شکار ہوکر، مریضوں کے معاشرے میں تبدیل ہوجائے گا اور افراد معاشرہ میں زندگی سے بیزار ہوکر، خودکشی کے میلانات میں اضافہ ہوتا جائے گا اور انسانیت کو خودکشی کی راہ سے کوئی چیز روکنے میں کامیاب نہ ہو سکے گی۔

واضح نتائج سامنے آنے کے باوجود مغرب کا مادہ پرست سرمایہ دار مادیت پرستی کے زہر کو ساری انسانیت میں سرایت کرنے کے لئے اپنی ساری توانائیاں خرچ کررہا ہے، جس کے اثرات مسلم معاشروں تک کو بھگتنا پڑ رہے ہیں کہ پاکستان جیسے مسلم ملک میں اعداد وشمار کے مطابق سالانہ ۸۰ ہزار افراد سے زیادہ خودکشی کررہے ہیں، دوسرے مسلم ممالک کی بھی صورتحال اس سے مختلف نہیں۔

یہ صحیح ہے کہ خودکشی کے اسباب میں غربت، معاشی تنگی اور خراب خاندانی حالات کو بھی عمل دخل حاصل ہے، لیکن اگر گہری نظر سے جائزہ لیں گے تو معلوم ہوگا کہ خودکشی جیسا اقدام دراصل روح کو آخری حد تک بیمار کرنے ہی کا نتیجہ ہوتا ہے، روح جب طاقتور ہوتی ہے تو فرد وافراد، توکل، صبر وشکر، تھوڑے پر راضی رہنے اور ہر طرح کے حالات میں حوصلہ وہمت سے زندہ رہنے اور اللہ سے مانگنے کی نفسیات کے حامل بن جاتے ہیں، اس طرح زندگی میں خیروبرکت شامل ہوجاتی ہے اور مایوسی کی نوبت کسی صورت آنے نہیں پاتی۔

قرآن میں ایک جگہ فرمایا گیا ہے کہ ہم ان کو (دنیا پرست افراد کو) مال واولاد دے کر دنیا میں ہی عذاب دینا چاہتے ہیں۔

مسلکی جمہوری سیاست

اور معاشرے پر اس کے اثرات

گذشتہ پندرہ سالوں سے مجھے بارہا ایسے پرجوش، نعرہ زن اور جذباتی انسانوں کے ہجوم میں جانے کا اتفاق ہوتا رہا ہے، جن کی عقیدت اور محبت ان کی عقل وہوش پر غالب ہوتی ہے۔ یہ سب کے سب کسی نہ کسی مذہبی فرقے، روحانی حلقے یا مذہبی سیاسی پارٹی کے زیراثر ہوتے ہیں۔ انکی عقیدت وجذباتیت کے حوالے سے کسی مسلک کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ یہ عالمِ جنون ہر جگہ پایا جاتا ہے۔ اولیائے کرام کے سالانہ عرس جن کا تمام ماحول زیادہ تر میلوں ٹھیلوں والا ہوتا ہے، رنگارنگی غالب ہوتی ہے، لیکن وہ پنڈال جہاں علمائے کرام تقاریر کررہے ہوتے ہیں وہاں ایک ہمہ تن گوش ہجوم موجود ہوتا ہے جو وقفے وقفے سے مخصوص نعرے بھی بلند کرتا ہے۔ آپ اس ہجوم کے سامنے کسی ولی، قطب، ابدال کی کوئی بھی کرامت بیان کردیں، جھوٹ کی حد تک مبالغہ کردیں، فرط جذبات میں اُمڈے ہوئے لوگ اس پر یقین بھی کرتے ہیں اور واہ واہ کے ڈونگرے برساتے ہیں۔ اسی پنڈال میں اگر کوئی شخص اولیائے عظام کے منکرین کا ذکر شروع کردے، ان کی کرتوتیں بتائے، ان کی گستاخیوں کا تذکرہ کرے، تو نفرت کے شعلے آسمانوں کو چھونے لگتے ہیں۔ اسی طرح آپ کسی دیوبندی مسلک کے جلسہ عام یا ایسے وعظ میں شریک ہوجائیں، جو عام پبلک کے لیے منعقد کیا جاتا ہے جیسے شان صحابہ کانفرنس وغیرہ تو وہاں آپ کو جو جذبات کا عالم ملے گا وہ بھی حیران کردے گا۔ وہاں بھی لیکن جب سلف صالحین تک آجائے تو اپنے بزرگوں کی غلطیوں کے دفاع اور مخالف گروہ کے بزرگوں کی تضحیک کی ایک ایسا نظارہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ یوں لگتا ہے کہ ہجوم اپنے بزرگوں کو جنت کی وادیوں میں گھومتے اور دوسروں کے بزرگوں کو جہنم کے گڑھوں میں گرے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ کچھ حضرات تو اس معاملے میں مہارت خصوصی رکھتے ہیں۔ دلیل ومنطق کی بھول بھلیوں میں الجھا کر وہ ہجوم کو ایک ایسے مقام پر لے آتے ہیں کہ پھر جس محترم شخصیت کے خلاف بھی وہ چاہیں نعرہ بلند کروالیں، لعنت بھجوا دیں، تبرا کا دور

شروع کروادیں۔ لوگوں کی اکثریت کی نظر میں انکا ہر مخالف یزید سے کم قابل نفرت نہیں ہوتا اور انکا ہر فرد اپنے گناہ، قتل اور مخلوق کو ایذا رسائی کے باوجود خانوادہ رسولﷺ سے محبت کے ناطے قابل احترام ہوتا ہے، جنت کا حقدار ہوتا ہے۔ ایک اور مسلک کے علماء جب توحید کانفرنسیں منعقد کرتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ مسلم امہ کی اکثریت شرک کی وادیوں میں بھٹک رہی ہے اور بدعات کی گمراہی میں غرق ہے۔ یوں تو ان کے علمائے کرام قرآن وسنت کو اپنی اصل قرار دیتے ہیں اور اسی کسوٹی پر ہر قول کو پرکھتے ہیں لیکن وہاں بھی اگر معاملہ اپنے اکابرین اور رہنماؤں کا آجائے، ان کی بتائی گئی فقہ کی تعبیر کے دفاع کا معاملہ درپیش ہوتو پھر تمام مقلدین حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، بلکہ دیوبندی، بریلوی سب کی ایسی درگت بنائی جاتی ہے کہ ہجوم اس یقین کے ساتھ جلسے سے اٹھتا ہے کہ ان کے علماء کے پیدا ہونے سے پہلے تیرہ سوسال تک تو یہ امت ضرور گمراہی کا شکارتھی۔

مسالک کی یہ تقسیم صدیوں سے چل آرہی ہے اور ہر کوئی اپنے عقیدے پر قائم اپنی آخرت کو سنوارتا تھا۔ چند علماء کرام کو چھوڑ کر عام سادہ لوح عوام جیسی بھی نماز پڑھتے، روزہ رکھتے، حج کرتے، میلاد مناتے، عرس کرتے ہیں، وہ سب کے سب اس یقین کے ساتھ کرتے کہ سید الانبیاءﷺ کے دین کی اصل یہی ہے۔ عام آدمی کا ایمان قابل رشک ہوتا ہے۔ ان میں سے کوئی یہ نہیں سمجھتا کہ یہ میرے باپ دادا، قبیلے یا برادری کا چلن ہے، اس لئے میں یہ سب کررہا ہوں، وہ اسے اللہ کی رضا اور آخرت میں سرخرو ہونے کے لئے کرتے ہیں۔ صرف علمائے کرام کو اس کا علم ہوتا ہے کہ انہوں نے کہاں مبالغہ آرائی کی، کہاں مرچ مصالحہ تیز کیا، قصہ گوئی کی ضرورت کے تحت کس جگہ جھوٹ کا اضافہ کیا۔ آج سے ڈیڑھ صدی پہلے تک یہ تمام لوگ، گروہ، مسالک، علمائے کرام، ذاکرین، اور پیران عظام موجود تھے، لیکن ان کا تمام زور بیان اُخروی نجات اور عقیدے تک محدود تھا اور ہر کوئی اپنی دنیا میں خوش تھا۔ نفرتیں چار دیواروں میں تھیں اور محبتیں بھی اپنے اپنے آنگنوں میں کھیلتی تھیں۔

لیکن اس امت کی بدقسمتی کا آغاز اس دن ہوا جب مسالک کی فرقہ پرستی کو جمہوریت کا سائبان میسر آگیا۔ جمہوریت جس کی بنیاد ہی کسی قوم، قبیلے، نسل اور امت کو اقتدار کی ہوس میں گروہوں میں تقسیم کرنا ہے، پارٹیاں بنانا اور الیکشن کروانا ہے۔ اس جمہوریت نے پہلے سے موجود امت میں تقسیم کی آگ کو ایسا بھڑکایا کہ ان سادہ لوگوں، معتقدین، مریدین اور پیروکاروں کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ برصغیر پاک وہند میں جمہوریت کا کانٹے دار درخت جو انگریز نے لگایا

تھا اس پر ہر مسلک نے اپنا خاردار گونسلہ بنالیا اور آج یہ جمہوری سیاسی مذہبی مسلکی پارٹیاں اس امت کی تقسیم کو اس مقام پر لے آئی ہیں کہ یہاں سوائے نفرت کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ وہ چاروں سنی ائمہ کرام جن کے درمیان آپس میں احترام اور وسعت قلبی کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ جو اہل تشیع کے امام جعفر صادق ودیگر کو اپنا استاد تسلیم کرتے تھے۔ جنھوں نے صدیوں ایک دوسرے کی رائے کا احترام کیا اور اپنے دین کو دوسرے کے دین پر زبردستی ٹھونسنے سے انکار کیا۔ یہاں تک کہ حکومتی سرپرستی میں بھی ایسا کرنے سے انکار کردیا۔ عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور نے امام مالکؒ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی موطا خانہ کعبہ میں آویزاں کردی جائے اور تمام علاقوں کے قاضیوں کو اس کا پابند کیا جائے تو امام مالک نے فرمایا ''اس طرح امت میں خرابی کا زیادہ اندیشہ ہے کیونکہ بہت سے اصحاب رسول اور بہت کچھ رسولﷺ سے سن کر مختلف علاقوں میں پھیل گئے ہیں اور لوگ ان کے مطابق دین پر کاربند ہیں، لیکن آج کے دور میں اگر کوئی مذہبی جمہوری سیاسی لیڈر ایسی وسعت قلبی رکھے گا تو اسکے سارے ووٹ ٹوٹ جاتے ہیں۔ کونسا ایسا مسلک ومذہب ہے جس کی جمہوری سیاسی پارٹی نہیں بن چکی ہے۔ جمیعت العلمائے اسلام، جمیعت العلمائے پاکستان، تحریک نفاذ فقہ جعفریہ، سپاہ صحابہ، تحریک لبیک، جمیعت اہل حدیث آپ کو ایک مسلک کی کئی پارٹیاں نظر آئیں گی۔ اب تو مولانا مودودی کی بنائی گئی، جماعت اسلامی بھی ایک مسلک بن چکی ہے۔ ان تمام پارٹیوں کے پیچھے چلنے والے دیوانہ وار افراد ایسے خونخوار گروہ بن چکے ہیں کہ آپ سیاسی جلسے یا مسجد کے ممبر پر بیٹھ کر کسی کو بھی کافر کہیں، یہودی کہیں، یزید کہیں، شاتم رسول کہیں وہ سب ایسے ایمان لائیں گے جیسے وحی نازل ہورہی ہے۔ ان کی آنکھوں میں خون اتر آئے گا۔ وہ کوئی اور بات تک سننا گوارا نہیں کریں گے۔ مرنے مارنے پر آجائیں گے۔ کوئی مذہبی، مسلکی سیاسی لیڈران کو کبھی آزاد نہیں چھوڑے گا۔ ان کو سوچنے کا موقع نہیں دے گا۔ وہ مسجد میں ہو یا امام بارگاہ میں، سیاسی جلسے میں ہو یا دھرنے میں، بات ایسے کرے گا جیسے فتویٰ صادر کررہا ہو۔ اس کے بعد ہجوم سے وفاداری کا حلف لے گا۔ وہ ان سادہ لوح قیدیوں کو آزاد نہیں کرے گا۔ اس لیے کہ یہ قیدی نہیں، ووٹ ہیں، اسمبلی کی سیٹیں ہیں، سینٹ کا راستہ ہیں، وزارت کی سیڑھیاں ہیں اور اقتدار کے زینے ہیں۔ یہ ہے امت میں وہ بدترین تقسیم جسے اللہ نے اپنا عذاب قرار دیا ہے۔ اللہ نے فرعون کی سرکشی اور فساد کی ایک علامت یہ بتائی ہے کہ فرعون نے زمین پر سرکشی اختیار کی اور لوگوں کو الگ الگ گروہوں میں تقسیم کردیا۔

اللہ نے سورۃ الانعام میں عذاب کی تین اقسام بتاتے ہوئے تیسری عذاب کی صورت یہ بتائی ہے کہ ''وہ تمہیں مختلف گروہوں میں بانٹ کر ایک دوسرے سے لڑادے اور ایک دوسرے کی طاقت کا مزہ چکھا دے'' (سورۃ الانعام:۶۵)۔ یہ وہ عذاب جو ہم پر مسلط ہے اور کسی بھی ملک، قوم، نسل، رنگ اور مذہب کو گروہوں میں بانٹ کر ایک دوسرے سے لڑانے کا طریقہ جمہوریت سے بدترین اور کوئی نہیں ہے۔

دوسری قوموں کے ساتھ

مادیت کی ریس میں شریک ہونے کی دوڑ

ہم غور کرتے ہیں تو یہ ناقابل انکار اور روز روشن کی طرح عیاں حقیقت سامنے آتی ہے کہ انسانی زندگی کے دو پہلو ہیں: ایک پہلو تو پیدائشی اور فطری ہے جو ہر انسان میں یکساں پایا جاتا ہے اور از خود اس پہلو کو اپنانے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے، کسی تحریک وترغیب اور دعوت وتشویق کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں پیش آتی، انسان اس کو از خود اپناتا اور اس کے تقاضے کو پورا کرتا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح پانی ڈھال کی طرف بہتا ہے یا پودا اوپر کی طرف بڑھتا ہے، یہ پہلو ہے انسان کی طبعی ضروریات وبشری تقاضوں کا جیسے کھانے پینے اور زندگی گزارنے کے دوسرے اسباب ووسائل کے حصول کا فکر مند ہونا اور اس کے لیے بلاکسی دعوت وترغیب کے کوشش کرنا، زندگی کا یہ پہلو مومن وکافر سب کے لیے یکساں ہے، اس میں کفر وایمان کا کوئی فرق وامتیاز نہیں، سارے طبعی تقاضے مومن وکافر سب میں یکساں پائے جاتے ہیں، یہ وہ پہلو ہے کہ اس کے لیے کوئی ادارہ قائم کرنے، لوگوں کو کمانے اور حصول رزق کے لیے دیگر اسباب معاش کو اپنانے کے لیے کوئی تحریک چلانے کی ضرورت نہیں، اس کا احساس وجذبہ انسان میں پیدائشی پایا جاتا ہے، ہر انسان از خود اس پر عمل کرتا ہے۔

دوسرا پہلو ایمان کا پہلو ہے، یہ خاص ہے مومن بندوں کے ساتھ، اس پہلو کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ اپنے خالق سے احکام لے اور اس پر عمل کرے، انسان حلال وحرام میں تمیز کرے، معاش کے لیے حصول کا طریقہ کیا ہو؟ کن طریقوں سے جائز ودرست ہے؟ اور کن طریقوں کو اپنانے سے اسلامی غیرت وحمیت کو ٹھیس پہنچتی ہے؟ انسان کی زندگی کا مقصد اصلی کیا ہے؟ ایک انسان کا دوسرے انسان پر کیا حق ہے؟ وہ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرے، لین دین، کاروبار، گھر اور بازار میں کس طرح رہے، باپ ہے تو اولاد کی تعلیم وتربیت کی اس پر کیا ذمہ داریاں ہیں، اولاد ہے تو ماں باپ کے اس پر کیا حقوق ہیں؟ شوہر ہے تو بیوی کے ساتھ کیا سلوک کرے، بیوی ہے تو شوہر کے حقوق کا کس طرح پاس ولحاظ کرے، حاکم ہے تو محکوم پر کیسی شفقت وعنایت کا معاملہ کرے، محکوم ہے تو آقا کے حکموں کی بجا آوری میں کیسا مستعد رہے؟ غرض یہ کہ پورے نظام معاشرت میں اس کا کیا کردار ہو، زندگی کے ہر ہر عمل میں اپنے خالق ومالک کی رضا جوئی وخوشنودی کا کیسا خیال رکھے، انسانی حقوق کا معاملہ ہو تو جو اپنے لیے پسند کرے وہی دوسروں کے لیے بھی، "**لایؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ مایحب لنفسہ**" دوسروں کے دکھ درد میں کام آئے، محتاجوں اور ضرورتمندوں کی خبرگیری کرے، یہ وہ انسانی قدریں ہیں جن کی دعوت وتبلیغ کی ضرورت ہوتی ہے، اور اسی میں انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کا راز پنہاں ہے، اس کی ذات سے اور قول وعمل سے کسی کو تکلیف نہ پہونچے، "المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ" انبیاء کرام اس دوسرے ہی پہلو کا شعور بیدار کرنے اور جگ ریت میں بدمست وکھوئے ہوئے انسانوں کو ہوشیار کرنے کے لیے آتے ہیں، کہ جب جب انسان زندگی کے پہلے رخ پر لگ کر ایمان کے پہلو سے غافل ہوا ہے، دنیا میں بڑا فساد وبگاڑ پیدا ہوا ہے، اور اس کی پاداش میں بڑی بڑی قومیں اور صاحب سطوت وجبروت بادشاہتیں حرف غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹادی گئیں، قرآن کریم نے ایسے بہت سے واقعات بیان کیے ہیں کہ سجا سجایا ملک چھوڑ کر وہ آن کی آن میں غائب ہوگئے، کسی وصیت وہدایت کا بھی موقع نہ ملا، فرعون ونمرود کا واقعہ سب جانتے ہیں، قوم عاد وثمود جیسی زبردست قوموں کی بربادی کا حال کسے نہیں معلوم کہ منٹوں میں کھجور کے تنوں کی طرح ڈھیر تھے، "**کانھم اعجاز نخل خاویة**" (حاقہ: ۷) دوسرے پہلو کی طرف توجہ دینا اور انسانوں میں اس کا شعور پیدا کرنا اب یہ امت مسلمہ کے ذمہ ہے کہ سلسلۂ نبوت ختم ہونے کے بعد یہی امت دعوت ہے، اگر یہ امت اپنے دعوتی کام کو چھوڑ کر دوسری قوموں کے ساتھ مادیت کی ریس میں شامل ہوجاتی ہے تو نہ صرف اس کا اپنا وجود وتشخص ختم ہوجائے گا بلکہ دنیا نہایت ہیبتناک حالات سے دوچار ہوگی، فکر وتشویش کی بات نہیں کہ دنیا میں مادیت کا غلبہ بڑھ گیا ہے اور اس کے نتیجہ میں اخلاقی انارکی اور افراتفری کا عالم بپا ہے۔

بلکہ فکر وتشویش کی بات یہ ہے کہ جو امت اس عالم کی محاسب ونگراں تھی وہ بھی اپنا کام چھوڑ کر مادیت کے سیلاب میں بہی چلی جارہی ہے، غزوۂ بدر کے موقع پر انتہائی اضطرار واضطراب کے عالم میں رسول اللہ ﷺ کی یہ الفاظ "**اللھم ان تھلک ھذہ العصابة لن تعبد**" (اے خدا! گر تو نے اس چھوٹی سی جماعت کو ہلاک کر دیا تو کبھی تیری عبادت نہ ہوگی)، اس بات کا

صاف اعلان ہے کہ اس امت کا وجود قافلۂ انسانیت کی رہبری ورہنمائی کے لیے ہوا ہے، شور ہے کہ مسلمان سارے عالم میں مظلوم ومقہور ہیں، مسلمان قوم اس ظلم وقہر سے نہ مٹی ہے نہ مٹ سکتی ہے، اس کی بقاء وفنا کا انحصار اس کے اپنے کیریکٹر اور تشخص وامتیاز پر ہے، اس وقت ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس قوم کا سوادِ اعظم اپنی اصل ذمہ داری یعنی زندگی کے ایمانی پہلو کے تقاضوں کو چھوڑ کر دوسری قوموں کے ساتھ زندگی کے پہلے رخ پر چل پڑا ہے، خصوصاً اس کے لیڈر اور سربراہ بری طرح اس کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور ہوش وخرد اس حد تک کھو چکے ہیں کہ کچھ سننے سنانے کے لیے تیار نہیں، وہ ہر سودا کرنے کے لیے تیار ہیں، ان کو عہدہ اور منصب ملنا چاہیے۔

امت مسلمہ بہت زخم کھا چکی ہے، اب اس کو بیدار ہونا چاہیے اور اپنی صلاحیتوں کو مقصد اصلی میں استعمال کرنا چاہیے، یہ قوم دشمنوں کے مارنے سے نہ مرے گی بلکہ اپنی ایمانی اور اخلاقی موت سے مرے گی، ہم کو اس کی فکر کرنا چاہیے کہ مسلمانوں کو اخلاقی اور ایمانی موت سے بچائیں اور ان کے اخلاق وکردار کا معیار اتنا اونچا کردیں کہ نظر پڑتے ہی معلوم ہوجائے کہ یہ ٹکسال محمدی ﷺ کے ڈھلے ہوئے سکے ہیں، جن کا کوئی ثانی نہیں، وہی معراج انسانیت ہیں، وہی فلاح دارین کی ضمانت ہیں، کاش مسلمان اپنے اس مقام بلند کو سمجھتے، اور اقبال نے اپنے چند اشعار میں ان کی جس حقیقت کو بیان کردیا ہے اس کو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھتے اور اپنے معمار جہاں ہونے کا ثبوت دیتے، ڈاکٹر محمد اقبالؒ کے ان اشعار کو پڑھئے اور اپنی قسمت پر ناز کرتے ہوئے میدان عمل میں اتریئے اور اس رزق کو لات ماریئے جس سے پرواز میں کوتاہی آتی ہے:

پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گرد راہ ہوں وہ کارواں تو ہے
حنا بند عروس لالہ ہے خون جگر تیرا
تری نسبت براہیمی ہے معمار جہاں تو ہے
جہانِ آب وگل سے عالم جاوید کی خاطر
نبوت ساتھ جس کو لے گئی وہ ارمغاں تو ہے
سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امت کا

مولانا سید عنایت اللہ ندوی

عالم عرب فوجی حکمرانوں کے نرغہ میں

بیشتر عرب ممالک عرصۂ دراز سے فوجی آمروں کے شکنجوں میں پھنسے ہوئے ہیں، وہاں کے لوگ بارہا ان شکنجوں سے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن نکل نہیں پاتے، دنیا میں جتنے بھی نظامہائے حکومت پائے جاتے ہیں ان میں فوجی آمریت والا نظام حکومت سب سے بدترین نظام ہے، اس لیے کہ فوجی ڈکٹیٹر بندوق کی نوک پر پوری عوام کو یرغمال بنائے رکھتا ہے نہ اسے کسی دستور وقانون کا پاس ولحاظ ہوتا ہے اور نہ اس کو کسی کے پاس جوابدہ ہونے کا خدشہ، وہ من مانے طریقے پر شتر بے مہار بن کر عوام کا خون چوستا ہے۔

اکثر عرب ممالک میں ایسا ہوا کہ یوروپین سامراجی حکومتوں کے پنجۂ استبداد سے نکلنے کے چند برسوں کے اندر فوجی کرنلوں اور جنرلوں نے وہاں کے جمہوری اور شاہی حکمرانوں کا تختہ پلٹ کر اقتدار پر قبضہ کرلیا، مصر، شام، عراق، لیبیا، سوڈان، الجزائر، تیونس، یمن، چاڈ اور موریتانیہ، یہ وہ عرب ممالک میں جہاں کے لوگ عرصۂ دراز سے فوجی ڈکٹیٹروں کے مظالم کو جھیلتے آرہے ہیں۔

۲۰۱۱ء میں برپا ہونے والا عرب بہاریہ دراصل انہی فوجی آمروں کے تسلط سے آزادی کی عوامی تحریک تھی جسے سبوتاژ کردیا گیا، مصر اسکی نمایاں مثال ہے جہاں عرب بہاریہ کے نتیجہ میں ایک فوجی حکمران کو اقتدار سے ہٹنا پڑا تھا اور ایک جمہوری منتخب حکومت وجود میں آئی، لیکن ایک دوسرے فوجی جنرل نے ایک سال بھی اس حکومت کو چلنے نہیں دیا، منتخب حکومت کا تختہ پلٹ کر اقتدار کی کرسی پر براجمان ہوگیا چنانچہ مصری عوام بڑی جدوجہد کے بعد ایک فوجی حکمران کے تسلط سے نکلے ہی تھے کہ ایک دوسرے فوجی جنرل نے پھر سے عوام کو اپنے پنجۂ استبداد میں جکڑ لیا۔

دوسری مثال لیبیا ہے، جو مصر سے متصل افریقہ کا ایک عرب ملک ہے، جہاں عرب بہاریہ کے نتیجہ میں اس وقت کے بدترین فوجی ڈکٹیٹر قذافی کا خاتمہ عمل میں آیا تھا اور جمہوری حکومت قائم ہوئی تھی، اب وہاں بھی ایک فوجی جنرل اقتدار پر قبضہ کرنے کی انتھک کوشش کررہا ہے، خفتر

نام کا ایک فوجی جنرل جو قذافی دور کا فوجی افسر تھا، اسے قذافی نے اس الزام میں گرفتار کرکے جیل میں ڈالا تھا کہ وہ اس کا تختہ پلٹنے کی کوشش میں مصروف تھا، پھر امریکہ نے اسے جیل سے رہا کرواکے اپنے یہاں پناہ دی تھی، ۲۰۱۱ء میں عرب بہاریہ کو جب کامیابی مل گئی اور قذافی کا خاتمہ ہوگیا تو خفتر امریکہ سے لیبیا آ گیا اور انقلابیوں کے ساتھ شامل ہوگیا، پھر اس نے قذافی کے سابقہ فوجیوں کو ساتھ میں ملا کر اپنا ایک فوجی ٹولہ بنالیا اور بندوق کی نوک پر جمہوری منتخب حکومت کا تختہ پلٹ کر اقتدار پر قبضہ کرنے کی کوشش میں لگ گیا، چنانچہ انقلابیوں اور خفتر کے درمیان جنگ چھڑگئی، اس جنگ میں شکست کھا کر خفتر اپنے فوجی ٹولہ کے ساتھ ملک کے مشرقی شہر طبرق کی طرف پسپا ہوگیا، اب وہیں طبرق سے فوجی مزاحمت اور دہشت گردی کے ذریعہ اس منتخب حکومت کے ہاتھ سے اقتدار چھیننے کی کوشش میں مصروف ہے جو بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ ہے، انقلابیوں اور خفتر کے فوجی ٹولہ کے درمیان سخت خونریز جنگ جاری ہے، مصر کا فوجی ڈکٹیٹر جنرل سیسی خفتر کی بھرپور مدد کررہا ہے، اس کے ساتھ ہی متحدہ عرب امارات، فرانس، امریکہ اور دیگر یوروپین ممالک بھی ہتھیاروں سے اسکا مکمل تعاون کررہے ہیں۔

لیبیا عملاً دو حصوں میں بٹ چکا ہے، دارالحکومت طرابلس اور شمال مغربی حصہ پر بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ جمہوری حکومت ہے جس کی حمایت ترکی اور قطر کررہے ہیں جبکہ مشرقی حصہ طبرق پر باغی فوجی جنرل خفتر کا قبضہ ہے جس کی حمایت مصر، متحدہ عرب امارات اور فرانس کررہے ہیں اور امریکہ بھی در پردہ اس کی حمایت کررہا ہے، دراصل امریکہ، فرانس اور دیگر یوروپین ممالک کی پوری کوشش یہ ہے کہ خفتر کے ہاتھ میں لیبیا کا اقتدار آجائے کیونکہ اس سے سودے بازی کرکے لیبیا کے تیل اور سونے کی دولت پر ہاتھ صاف کرنا ان کے لیے آسان ہوجائے گا جبکہ جمہوری حکومت سے اس طرح کی سودے بازی کرنا ممکن نہیں ہو پارہا ہے، گذشتہ چند دنوں سے جو خبریں آرہی ہیں جو بہت تشویشناک ہیں، خفتر فرانس اور مصر سے حاصل کردہ میزائلوں اور لڑاکا طیاروں سے طرابلس پر تابڑ توڑ حملے کررہا ہے، جمہوری حکومت کو اللہ کی طرف سے اگر مدد ونصرت حاصل نہیں ہوئی تو وہ دن دور نہیں کہ لیبیا کا حال بھی وہی ہوجایگا جو مصر کا ہوا ہے، ایک فوجی ڈکٹیٹر لیبیا کی عوام پر مظالم کے پہاڑ توڑنے لگے گا جیسے سیسی مصر میں کررہا ہے، ہم یہی دعا کرسکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں سے مسلم عوام کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

ابھی چند دنوں پہلے سوڈان میں بھی ویسے ہی حالات پیش آئے جیسے مصر میں ہوئے تھے، عوام نے فوجی حکمران جنرل عمر البشیر کے خلاف زبردست احتجاجی مظاہرے کیے اور عمر البشیر کے استعفیٰ کا مطالبہ کرنے لگے، فوجی حکمران نے مظاہرہ کرنے والوں کے خلاف طاقت کا استعمال کیا اور فوجیوں کی گولیوں سے سیکڑوں افراد کا خون ہوا، پھر جب مظاہروں میں شدت آتی گئی تو خود فوج نے عمر البشیر کے خلاف بغاوت کردی، عمر البشیر کا تختہ پلٹ دیا اور اسے گرفتار کرکے جیل میں ڈال دیا، ایک فوجی جنرل عبدالقادر البرہان نے اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لیا، مظاہرین اس سے مطمئن نہیں ہوئے اور کسی سیاسی فرد کے ہاتھ میں اقتدار منتقل کرنے کا مطالبہ جاری رکھا لیکن فوجی حکمران نے انکا مطالبہ تسلیم نہیں کیا، بلکہ طاقت کا استعمال کرکے مظاہرین کو دبانے کی کوشش کی اور یہ دلاسہ دیا کہ میں انتخابات کرواکے سیاسی افراد کے ہاتھ میں اقتدار منتقل کردوں گا لیکن لگتا ہے کہ یہ محض دھوکہ ہے، مصر، سوڈان وغیرہ ملکوں میں فوجی جنرلوں کو اقتدار کا چسکہ لگ گیا ہے، وہ کبھی بھی اقتدار عوامی نمائندوں کو منتقل نہیں کرنا چاہتے، ایک فوجی جنرل جاتا ہے تو دوسرا فوجی جنرل اس کی جگہ لیتا ہے، اس طرح وہ عوامی خواہشات کا گلا گھونٹتے رہتے ہیں۔

ابھی ۲۲/ اگست کو یہ اطلاع آئی ہے کہ سیاسی رہنماؤں اور فوجی جنرلوں کے درمیان ہوئے سمجھوتے کے مطابق دونوں فریقین کی طرف سے پانچ پانچ نمائندے چن کر دس افراد پر مشتمل خودمختار عبوری کونسل تشکیل دی گئی ہے، جس کی سربراہی عبوری دور کے نصف اول میں فوجی سربراہ کے ہاتھ میں رہے گی، اور نصف ثانی میں سیاسی سربراہ کے ہاتھ میں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ فوجی جنرل کہاں تک اس معاہدہ کی پابندی کر پاتے ہیں۔

اسی طرح کے حالات چند دنوں قبل الجزائر میں پیش آئے، الجزائر بھی ان ملکوں میں شامل ہے، جہاں فوجی حکمرانوں کا تسلسل ایک عرصہ سے جاری ہے، ۱۹۹۱ء میں پہلی مرتبہ کثیر جماعتی بنیاد پر انتخابات ہوئے، انتخابات کے پہلے مرحلے میں اسلامک سالویشن فرنٹ (**الجبهة الاسلامية للانقاذ**) نے ۸۲ فیصد سیٹیں حاصل کرلیں تو فوج نے بغاوت کردی اور انتخابات کو کالعدم قرار دے کر (**الجبهة الاسلامية للانقاذ**) پر پابندی لگادی اور ایک کمیونسٹ لیڈر ابوضیاف کو الجزائر کا صدر بنادیا، پھر فوج نے ۱۹۹۲ء سے ۲۰۰۲ء کے درمیان مظالم کا رکارڈ توڑ کر دو لاکھ مسلمانوں کو قتل کر ڈالا، اسلامی جماعت کے کارکنان اور ممبران سب ہلاک کردیے گئے، فرانس کے سامراجی دور میں بھی ایسا قتل عام نہیں ہوا تھا جو الجزائر کی فوج نے کر دکھایا۔

الجزائر نے فرانسیسی قبضہ سے ۱۹۶۲ء میں آزادی حاصل کی، صرف ۳ سال ہی یہاں جمہوری حکومت قائم رہ سکی، ۱۹۶۵ء میں جنرل بومدین نے تختہ پلٹ کر اقتدار پر قبضہ کرلیا، یہ وہ

شخص ہے جس کی تربیت اور ٹریننگ کمیونسٹ روس میں ہوئی تھی، اس نے اقتدار پر قبضہ کرتے ہی ساری پارٹیوں کو کالعدم قرار دیدیا، اور سابق فوجیوں کی ایک جماعت بنائی جس میں کمیونسٹ خیالات کے لوگ شامل کیے گئے،صرف اسی پارٹی کو باقی رکھا اور یہ قانون بنایا کہ کسی بھی دوسری پارٹی یا جماعت کو سیاست میں حصہ لینے کی اجازت نہیں ہے، اس طرح اس نے الجزائر میں ایک پارٹی والا کمیونسٹ نظام نافذ کر دیا، یہ اپنی موت تک برسراقتدار رہا، ۱۹۷۸ء میں اس کی موت ہوگئی، اسکے مرنے کے بعد کمیونسٹ پارٹی نے شاذلی بن جدید کو اپنا سربراہ چن لیا۔

۱۹۸۸ء میں کمیونسٹ نظام کے خلاف ملک کے اندر پرتشدد مظاہرے ہوئے، سیکڑوں لوگ مارے گئے، مجبور ہو کر شاذلی نے ملک کے اندر کثیر جماعتی جمہوری نظام نافذ کیا، اس جمہوری نظام کے تحت ۱۹۹۱ء میں انتخابات ہوئے اور اسلامک سالویشن فرنٹ نے زبردست کامیابی حاصل کی، انتخابات کے پہلے مرحلہ کے نتائج دیکھ کر کمیونسٹوں اور فوجیوں کے ہوش اڑ گئے، فوجی کمانڈر جنرل زروال نے فوراً شاذلی کو ہٹا کر اقتدار اپنے ہاتھ میں لے لیا اور دوسرے کیونسٹ لیڈر ابوضیاف کو ملک کا صدر بنادیا، ابوضیاف کو ۱۹۹۲ء میں ایک فوجی نے ہلاک کر دیا تو علی کیفی صدر بنائے گئے، ۱۹۹۵ء میں صدارتی انتخاب کا ڈھونگ رچا گیا، فوجی کمانڈر جنرل زروال صدارتی امیدوار کے طور پر کھڑا ہوا، انتخاب محض دکھاوا تھا، زروال اقتدار پر قبضہ کرنا چاہتا تھا، محض دنیا کو دکھانے کے لیے کہ اس نے بندوق کی نوک پر اقتدار حاصل نہیں کیا بلکہ عوامی مینڈیٹ حاصل کر کے اقتدار کی کرسی تک پہنچا ہے، صدارتی انتخاب کی ایک ظاہری نمائش کردی گئی، فرض نمائش سے اقتدار پر قبضہ کرنے کے بعد اس نے ''الجبھۃ الاسلامیۃ'' کے نہ صرف ارکان اور حمایتیوں بلکہ مذہبی شناخت رکھنے والے مسلمانوں کا اس بری طرح قتل عام کروایا کہ مقتولین کی تعداد دولاکھ تک پہنچ گئی، دس سال تک قتل وغارت گری کا یہ سلسلہ جاری رہا، جب ''الجبھۃ الاسلامیۃ'' کی پوری طاقت ٹوٹ گئی اور اسکے اراکین اور حمایتی چن چن کر مار ڈالے گئے تب جا کر یہ سلسلہ رکا۔

۱۹۹۹ء میں ایک دوسرا کمیونسٹ لیڈر عبدالعزیز بوتفلیقہ برسراقتدار آیا جو ۲۰/ سال ۲۰۱۹ء تک اقتدار سے چمٹا رہا، ہر پانچ میں انتخابات کا محض ڈھونگ رچا جاتا رہا اور وہ فوج کی مکمل حمایت سے حکومت کرتا رہا، اس سال ۲۰۱۹ء میں اسکے خلاف عوامی لاوا پھوٹ پڑا اور اسکے استعفیٰ کی مانگ کو لے کر عوام سڑکوں پر نکل آئی، تو مجبور ہو کر فوجی جنرلوں نے اس کو ہٹا کر ایک سیکولر لیڈر عبدالقادر بن صالح کو صدر بنادیا ہے اور دلاسہ دے رہے ہیں کہ یہ عبوری صدر ہے، ۳/ مہینوں کے اندر صدارتی انتخابات منعقد کیے جائیں گے اور نئے صدر کا انتخاب عمل میں آئے گا۔

چاہے انتخاب ہو یا نہ ہو، یہاں اصل اقتدار فوج کے ہاتھ میں ہے، اور رہے گا، فوجی کمانڈر جس کو چاہے گا وہی صدر بنے گا، اصل مسئلہ یہ ہے کہ اکثر عرب ممالک میں جتنے فوجی ہیں، ان کی تربیت یا تو کمیونسٹ روس میں ہوئی ہے یا فرانس میں، وہیں انکے ذہن میں یہ بات ڈال دی گئی ہے کہ اقتدار پر قبضہ کرنا ہے اور ملک میں لادینیت اور الحاد کو فروغ دینا ہے، اللہ تعالیٰ ان ملحد فوجیوں کے شر سے عرب عوام کی حفاظت فرمائے۔ آمین۔

اسلامی مدارس : مقاصد اور لائحۂ عمل

دار العلوم ندوۃ العلماء کی مسجد میں مؤرخہ ۲/ ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ مطابق ۵/ اگست ۲۰۱۹ء کو ناظم ندوۃ العلماء وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کا طلباء کے سامنے پر مغز خطاب ہوا، اس موقع پر مہتمم دارالعلوم مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی اور تمام اساتذۂ دارالعلوم موجود تھے، اسی خطاب کو افادۂ عام کے لیے نذرِ قارئین کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

الحمد لله رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء وامام المرسلین والمتقین محمد وعلی آله واصحابه ومن تبعهم باحسان الی یوم الدین، اما بعد: قال الله تعالیٰ: "ذکر فان الذکری تنفع المومنین." (سورۃ الذاریات: ۵۵)

الٰہی علم اور انسانی علم کا فرق

عزیزو اور بھائیو!

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے، اور اس کو ایسی خصوصیات عطا فرمائی ہیں، جو دوسری مخلوقات کو نہیں دی ہیں، خود قرآن کریم میں آیا ہے: "**علم الانسان ما لم یعلم**" (سورۃ العلق: ۵) (اور انسان کو ہم نے وہ باتیں بتائیں جو وہ نہیں جانتا تھا)، یہ معلومات اگرچہ بہت زیادہ ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں بہت کم ہیں، کفار قریش نے رسول اللہ ﷺ سے روح کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ پر یہ آیت اتری: "**وما اوتیتم من العلم الا قلیلا**" (سورۃ الاسراء: ۸۵) (اور تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے)، لیکن اسے کے ساتھ اللہ کے علم کی وسعت کا تذکرہ اس طرح کیا گیا ہے: "**ولو انما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمده من بعده سبعة ابحر ما نفدت کلمات الله، ان الله عزیز حکیم.**" (سورۃ لقمان: ۲۸) (اگر زمین کے درخت قلم بن جائیں اور ساتوں سمندر روشنائی تو بھی اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہیں ہوں گے)۔

عزیزو! ہر شخص کو سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو غیر معمولی صلاحتیں دی ہیں، وہ بے کار نہیں ہی، ان صلاحیتوں کو صحیح رخ پر لگانا چاہیے، اللہ تعالیٰ نے علم کی جو نعمت عطا فرمائی ہے اس کی قدر کرنی چاہیے، تاریخ میں جن لوگوں نے اپنے مقصد کو سمجھا، انہوں نے انقلاب پیدا کردیا، ملکوں کو بدل دیا، وہ بڑے باہمت تھے، اور حوصلہ مند تھے، علم کو انہوں نے خدمت انسانیت کا ذریعہ بنایا، اور جو باہمت نہیں تھے، انہوں نے لطف والی معلومات اور زندگی کو سنوارنے والی معلومات حاصل کیں، ان کا دائرہ اثر صرف یہی دنیا رہی، ظاہری داری اور ظاہری چمک دمک پر توجہ دینا، یورپ نے اس کو موضوع بنایا، لہٰذا وہ اس کا اثر لوگوں کے دماغوں پر چھا گیا، لوگ یورپ کی پرکشش زندگی سے دھوکا کھا گئے اور رشک کی نگاہ سے دیکھنے لگے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اگر ان کی ذاتی زندگی کو بغور دیکھا جائے تو وہ جانوروں کی زندگی سے بھی زیادہ کم تر نظر آئے گی۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے کار نہیں پیدا کیا ہے کہ وہ کھائے، کمائے اور دنیا سے چلا جائے، قرآن مجید میں ہے: "**افحسبتم انما خلقناکم عبثا وانکم الینا لاترجعون**" (سورۃ المومنون: ۱۱۵) (کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تم کو بے کار پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے)، اس وقت ہمارے سامنے دو زندگیاں ہیں، ایک اسی دنیا کو اصل سمجھنے والی زندگی، دوسری آخرت کا تصور رکھنے والی زندگی، دنیا میں جو علم ہے وہ انہیں دونوں زندگیوں میں منحصر ہے، ایک علم کا تعلق ظاہری خوبیوں کے حصول سے ہے تو دوسرے علم کا تعلق ذاتی زندگی سے ہے، اور آخرت سے بھی ہے، اور موت کے بعد اس کا نتیجہ ظاہر ہوگا، اگر پہلی زندگی والے علم پر صرف انحصار کیا تو موت کے بعد جب آخرت کے مناظر سامنے آئیں گے تو دیکھ کر انسان حیران ہوجائے گا، اور تمنا کرے گا کہ اسے دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جاتا، تاکہ وہ وہاں جاکر نیک عمل کر لے، لیکن یہ ناممکن ہوگا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا موقع نہیں ملے گا۔

مدارس کا علم اور اس کا مقصد

مدارس کا علم اسی زندگی سے متعلق ہے، قرآن وحدیث میں اس کی تشریح کی گئی ہے، لہٰذا آپ کو سمجھنا چاہیے کہ ہم یہاں کیوں آئے ہیں، اور ہمارا مقصد کیا ہے، اس امت پر اللہ تعالیٰ نے دوہری ذمہ داری ڈالی ہے، ایک اپنے کو فائدہ پہونچانا، دوسرے غیروں کا فائدہ پہونچانا، وحی اور

قرآن کا علم ہم کو کہیں اور نہیں ملے گا، انہیں دونوں سرچشموں سے ملے گا، مدرسہ میں آنے کا مقصد خود کو اچھا بنانا اور دوسرے کو بھی اچھا بنانا ہے، اس فکر کے مطابق آپ تعلیم حاصل کریں تو آپ بڑے داعی اور علامہ بن سکتے ہیں۔

تاریخ کے عبرت انگیز واقعات

عزیزو! ضرورت ہے کہ ہم اپنے مقام کو پہچانیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو کتنا اونچا مقام عطا فرمایا، اگر ہم اس کی اہمیت کو نہیں سمجھیں گے تو بڑے خسارے کی بات ہوگی، یہ مقام قرآن وحدیث سے وابستہ ہے، آپ اپنے کو بہت بلند نہ سمجھیں، بلکہ اللہ سے دی گئی نعمتوں کی قدر کریں اور یہ حقیقت ہے کہ جب ہم اللہ کی رحمت کا کام کریں گے تو ہم پر اللہ کا فضل نازل ہوگا، آپ بغداد کی تباہی کا واقعہ پڑھئے اور اندلس کی تباہی کو اپنے ذہن میں دہرائیے، آپ کو معلوم ہوگا کہ جب وہ اپنے مقصد سے ہٹے تو ان پر یہ مصیبت آئی، اور سخت ترین حالات سے گذرے، بنی اسرائیل کے حالات پڑھئے، ان میں بڑے بڑے انبیاء پیدا ہوئے، حضرت داوٗدؑ اور حضرت سلیمانؑ جیسے انبیاء بھیجے، لیکن ان لوگوں نے ان کی بے توقیری کی، حکم عدولی کی، تو اللہ تعالیٰ نے کافروں سے ان کو پٹوایا، سورۂ اسراء میں اس کا تذکرہ آیا ہے، اور مزید یہ بھی کہہ دیا کہ: ’’وان عدتم عدنا‘‘ (اگر دوبارہ یہی کرو گے تو اللہ دوبارہ ان کو مسلط کیا جائے گا)۔ یہ اللہ تعالیٰ کا نظام ہے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہے۔

آپ قرآن وحدیث پڑھنے آئے ہیں، اللہ نے آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائی، لہٰذا آپ اس کا جائزہ لیتے رہے کہ وہ مقصد حاصل ہورہا ہے یا نہیں، ہمارے سامنے قوموں کے حالات بیان کر دیئے گئے ہیں، ہم ان حالات سے سبق لینا چاہئے، اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور ان کی قوموں کے حالات بیان کئے ہیں، فرعون کے حالات، قوم لوط کے حالات، قوم شعیب کے حالات، اگر ہم ان حالات سے عبرت نہ حاصل کریں تو ہم جانوروں سے گئے گذرے ہیں، لہٰذا آپ اپنے مقام کو پہچاننے۔

پُرخطر ماحول میں ہمارا رویہ اور کرنے کے کام

انسان جس ماحول میں ہوتا ہے وہ اس میں سیکھتا ہے۔ سیکھنے کا عمل بچپن سے شروع ہوتا ہے، پھر اساتذہ سے یہ عمل جاری رہتا ہے، آپ کی ذمہ داری ہے کہ اپنے کو اچھا بنائیں اور دوسروں کو بھی اچھا بنانے کی فکر کریں، اللہ نے آپ کے ذمہ انبیاء کرام کا کام کیا ہے، آج دنیا کے حالات بہت خراب ہیں، شام وعراق کی صورت حال دگرگوں ہیں، کیونکہ ہم نے اصل راستہ چھوڑ دیا ہے، خطرات والے حالات میں ہر جگہ جانا خطرہ کی بات ہے، اس میں محتاط کرنا چاہیے، آخرت کے لیے جو ضروری علم ہے اس کے مطابق بنانا چاہیے، اگر اس کے برخلاف بات ہوئی تو ہمیں ناکامی ہوگی، جس طرح دوسری قومیں ناکام ہوئیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور توفیقات سے نوازیں۔

نومسلم عائشہ تھری

کی ایمان افروز کہانی

شادی کی ایک چھوٹی سی رَسم

۲۵ جنوری تک کارڈ وغیرہ سے فارغ ہوگئے۔ اس دوران میں کافی پرسکون رہی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ کارڈ میرے نہ ہوں کیوں کہ اس پر میرے مالک کا تو نام ہی نہیں تھا، بہن کی شادی بھی میرے ساتھ تھی پورے دل کی سچائی وگہرائی سے اس کی شادی کی دعوت میں نے کارڈ کے ذریعہ دی۔ ۲۶۔۲۷ جنوری کو ایک چھوٹی سی رسم تھی دونوں بہنوں کی وہ بھی ہوگئی۔ اب مہمانوں کی آمد آمد تھی شیلا اور کویتا اپنے بچوں کے ساتھ آگئیں شادی کی چھل پہل شروع ہوگئی تھی اور کوئی میرے انتظار میں ...... اور میں منتظر کسی اور کی......

اب میری بے چینی بڑھنے لگی کہ جب مجھے ہندو سے شادی نہیں کرنی تو اس کے نام کی رسمیں کیوں کروا رہی ہوں اس طرح تو رسمیں کروا کروا کر اُس کے پاس ہی پہنچ جاؤں گی۔

اب تک تو والدین بھائی بہنوں کی وجہ سے سب کچھ وہی کر رہی ہوں جو وہ چاہ رہے ہیں یہ اللہ کو ناراض کر رہی ہوں یا خوش کر رہی ہوں؟ ...... یہ تو عزیزوں کو خوش کر رہی ہوں۔ اُن کے دھرم کو تقویت دے رہی ہوں ...... یہ میں مسلمان ہوں؟ ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر اللہ کی مدد کی منتظر...... یہ تو صحیح نہیں اب کچھ کرنا پڑے گا اللہ کی مدد بھی عقل استعمال کرنے سے آئے گی۔ میں کون سی ولی اللہ ہوں کہ مجھے ہر وقت خواب یا اشارے ہی دکھتے رہیں۔

یہ سوچتی سوچتی درود شریف پڑھتے پڑھتے سوگئی کہ......

خواب کی مسجد

سپنا ...... ایسا سپنا جس نے چودہ طبق روشن کردیے۔ دیکھتی ہوں ایک بچہ بھاگتا ہوا ایک مسجد میں چلا گیا میں مسجد کے باہر کھڑی ہوں لیکن مسجد کا اندرونی منظر صاف نظر آرہا ہے بہت سے لوگ سجدے کی حالت میں نظر آرہے ہیں ''سبحان اللہ'' میرے منہ سے اتنی زور سے نکلا کہ میں خود اس آواز پہ جاگ گئی۔ اٹھ کے بیٹھ گئی، یہ بچہ کون تھا...... مسجد؟ ......مسجد میں بچہ کا کیا کام۔ واش روم جانے کے لیے چپل پہننے لگی اچانک خمیری مسلمان کے مولانا حفیظ الرحمٰن کی مسجد کا خیال آگیا۔ کہیں مجھے یہ اشارہ تو نہیں ''اللہ'' ...... تجھے میرا اتنا خیال!!! اور میں اتنی دیر لگا رہی ہوں۔

جلدی جلدی الماری سے خمیری مسلمان کی دو قسط نکال کر دیکھی جس میں مدینہ مسجد کا ذکر تھا۔

تصور میں اپنے آپ کو بڑا محفوظ پایا ...... ان کا کنٹیکٹ نمبر میرے پاس نہیں تھا اور نہ ہی کسی سے پوچھ سکتی تھی۔ میں تھوڑی تھوڑی عبادت دن میں بھی کرتی رہتی تھی۔ بہنیں دیکھ کر امی ابو کو بتاتی رہتی تھیں، لیکن مجھے کوئی بھی کچھ نہیں کہتا تھا بس اب وہ مجھے ہر وقت نظروں میں رکھتے تھے اور ۶ فروری کا انتظار کرتے رہتے تھے۔ تھوڑا سا ان کو شک ہو چکا تھا کہ بھگوانی کچھ کر ہی نہ دے۔ اپنے شکوک مٹانے کے لیے ایک دن امی نے مجھے پاس بٹھا کے نصیحت کی کہ بیٹا اب تم اپنے گھر جا رہی ہو اپنے بھگوان کی پوجا کرتی رہنا۔ کافی دن ہوئے ہیں مندر نہیں گئی ہو چلو آج میرے ساتھ بڑے مندر چلو ایشور کی آرتی اتارنے ...... امی بس کریں یہ بھگوان بھگوان کی رٹ لگا کہ آپ نے مجھے پاگل کر دیا ہے میں مندر وندر نہیں جاؤں گی بس میں نے کہہ دیا ہے۔

امی: ہے، ہے ......بھگوانی کیا کہہ رہی ہو؟؟ تجھے کس کی نظر لگ گئی۔ کوئی سایہ وایا تو نہیں ہوگیا؟، ابو باہر سے یہ سنتے آئے۔

ابو: اری بھاگوان یہ کیا قصہ لیکر بیٹھی ہے؟ چل آ باہر مہمان آئے بیٹھے ہیں، امی کے باہر نکلتے ہی ابو نے کان میں کچھ کہا اور انہیں سمجھاتے ہوئے باہر لے گئے۔ یہی کہا ہوگا کہ دو چار دنوں کے لیے کیوں بھگوانی سے پنگا لے رہی ہو۔

پہلی کوشش

میں نے بھی زیادہ اثر نہ لیا کہ راہبر نے راہ دکھا دی تھی ...... اب ذہن انہی سوچوں میں زیادہ مگن رہتا تھا، اب نکلنے کے لیے پلان سوچتی رہتی تھی، موقعہ کی تلاش میں رہتی تھی۔

۳ فروری رات کو دونوں بہنوں کی مہندی کی رسم ہونی تھی، سب صحن میں رات کو کھانا

کھا رہے تھے مہمانوں سے پورا گھر بھرا ہوا تھا اچانک میرے دل میں یہ بات آئی کہ ابھی بھاگ جاؤں، اتنا سوچنا تھا کہ دل بڑے زور سے دھڑکنے لگا ہاتھ پیر ٹھنڈے پڑ گئے لیکن دروازے تک گئی، دروازے کی کنڈی کھولی تو چھوٹا بھائی منیت اندر داخل ہو رہا تھا......

منیت: دیدی آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں دروازے پر آ گیا ہوں ابھی میں نے کھٹکھٹایا تو نہ تھا؟

بھگوانی: آں ...... ہاں ...... اچھا اچھا میں تو یہ دیکھنے آئی تھی کہ تم ابھی تک آئے کیوں نہیں ہو۔

منیت: میری دیدی بہت اچھی ہے میرے لیے پہلے سے دروازہ کھول دیتی ہے۔

بھگوانی: اچھا اچھا اب جلدی سے کھانا کھاؤ۔

منیت: دیدی شادی کے بعد بھول تو نہ جاؤ گی نہ؟ میرا پڑھنا آپ کے ذمہ ہے۔

بھگوانی: میرے پیارے بھیا! تم زندگی بھر میری ذمہ داری ہو۔ بڑی منتوں مرادوں سے اللہ نے ہمیں بھیا دیا ہے۔ کیسے بھول سکتی ہوں؟ ......بس تم بہن کو نہ بھولنا۔

چاہے جس حال میں بھی میں رہوں۔

منیت: ارے دیدی شرط لگاؤ جیجا جی تک سے لڑ پڑوں گا۔

بھگوانی: شٹ اپ! ابھی ایسی بات نہیں کرتے۔

منیت: ہکا بکا میرا منہ تکتا رہ گیا۔

۲فروری ۲۰۱۰ء کو امی کام کی زیادتی سے تھوڑی سی نڈھال لگ رہی تھیں وہ شوگر کی مریضہ بھی ہیں، میں صبح ہی صبح امی کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔

بھگوانی: امی آپ دوائیاں لے رہی ہیں ناپابندی سے؟

امی: ہاں بیٹا لے رہی ہوں میری شوگر کی دوائی ختم ہونے والی ہے لے آنا اب تو سوچتی رہتی ہوں تم چلی جاؤ گی تو کون پابندی سے دوا کھلائے گا۔

بھگوانی: امی فکر نہ کریں سب اچھا ہو جائے گا۔ میں آج ہی دوا لے آتی ہوں۔

امی: نہیں ......نہیں تم باہر نہ جانا میں منیت سے منگوالوں گی پہلے ہی مجھے ہول اٹھ رہے ہیں۔ خیریت سے یہ ۳ دن گزر جائیں۔

بھگوانی: امی مجھ پہ اعتبار نہیں رہا کیا؟

امی: نہیں نہیں بیٹا! ماں ہوں ناعجیب وسوسے آتے ہیں بھگوان کی دیا سے تم میری بھاگوان بیٹی ہو۔

ماں کی محبت

گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ! ماں کی محبت کے بھی عجیب رنگ ہیں۔

دل کی گٹھڑی میں باندھ رکھے تھے
جانے کیسے بکھر گئے آنسو

جب آنسو بکھرنے میں بے اختیار ہوئے! فوراً اٹھ کر اندر آ گئی......

کیا چیز ہے یہ مامتا
کوئی ماں سے نہ پوچھے

احساسِ محبت کا ریڈار!!! میرے رب کا روپ ماں! اور صرف ماں......

ماں! تیرے درد سے دل آشنا ہے۔ اور میرے درد سے میرا رب آشنا ہے، بتا کس کا حق زیادہ ہے۔ اس کے حکم پہ آج میں اس درد سے آشنا ہوئی۔

''کیوں میرے لب سے ہوں جنت کے نشاں آلودہ۔''

دور پرے آسمانوں پہ رب سچے کا نام
نیچے اس زمین پہ ایک ہی ''ماں'' کا نام

یہ بھی سچ ہے کہ انسانی تخلیق میں تیرا نام نہ تھا ایک اللہ کے حبیب ﷺ نے تجھے نام دیا۔ درود کے حقدار کی توسط سے تجھے حرمتِ رب ملی، زمانے میں تو نے عزت پائی، ہم نے تیرے نام سے جنت کی خوشخبری پائی، ماں (دل سے دعا نکلی) تو بھی اپنے رب کو مان لے جس نے تیرا تعارف کرایا۔ اس کو مان لے ...... جس کے محبوب نے تجھے شرف دلایا اس کی احسان مند ہو جا...... مجھے اپنے پیروں سے جدا نہ کر ماں! ماں! میرے پروردگار! میری ماں کو اپنی رحمت کی چھاؤں عطا کر ...... تجھے پہچاننے کی بصیرت عطا کر ......مصلحت وفیصلے آسمانوں پر ...... نہ جانے کتنا عرصہ درکار......

بلک بلک کر روئی تڑپ گئی ......تب پرسکون ہوئی جب اس بلکنے وتڑپنے میں اللہ نے اپنا نام شامل کیا ایسا معلوم ہوا گویا ستر ماؤں نے مجھے دھارس دی ایک ماں کی ڈھارس سے جو سکون ملتا ہے مجھے ستر دفعہ زیادہ ڈھارس محسوس ہوئی۔ اور ہوش کی دنیا میں آ گئی اب کسی ڈھارس کی ضرورت نہیں تھی میرے دل کی نرمی کو کسی نے گویا منجمد کر دیا۔ سیر حاصل ڈھارس سے کسی اور ڈھارس کی تمنا نہ رہی۔

دوئی میں یک دلی کا رنگ پیدا ہو نہیں سکتا
شناسا غیر کا تیرا شناسا ہو نہیں سکتا

پرسکون ہو کر بیٹھ گئی، آہستہ آہستہ حواسوں نے کام کرنا شروع کیا شادی میں اب ۴ دن رہ گئے تھے میں ابھی وہیں تھی جہاں سے ابتدا ہوئی تھی حالانکہ انتہا تو موت ہے مجھے اس انتہا سے پہلے مالکِ ابتدا کے حساب کتاب سے بچنے کے لیے اس کے احکام مان کر سرخرو ہونا تھا۔ ورنہ انتہا کے لامتناہی عذاب سے نہ میں بچوں گی نہ میرے پیارے۔ اللہ رب العزت سے اپنی قربانیوں کا کچھ تو صلہ پاؤں گی جو والدین کے نام کروں گی ...... انشاء اللہ

کچھ بھی اٹھانے کو دل نہ چاہا اِن کا میں کیا کروں گی۔ پرس کو ٹٹولا ۱۰۰ روپے کا نوٹ۔ امی ابو کی تصویر اور شناختی کارڈ۔ کل متاعِ حیات یہ تھے پرس میں۔ امی کے پاس میں سے ۱۰ روپے کا ایک اور نوٹ اٹھا کر پرس میں رکھ لیا۔

واپس پرس الماری میں رکھا، شام کو سب کے ساتھ کھانا کھایا، امی سے فرمائش کی......

بھگوانی: امی! کل آپ کسٹرڈ بنانا۔ آپ کے ہاتھ کا بنا کسٹرڈ مجھے بہت اچھا لگتا ہے، لذیذ بھی بہت ہوتا ہے۔

امی: ہاں کل میرا بھی یہی ارادہ تھا کہ کسٹرڈ بناؤں گی۔ کل مہندی ہے نا تو مہمان بھی زیادہ آئینگے۔

بھگوانی: مہندی کل کتنے بجے لگے گی؟

امی: شام کا کھانا کھانے کے بعد آرام سے لگوا لینا۔ کل شیعوں کا چہلم بھی ہے مہمان ذرا جلدی آجائینگے ورنہ تو راستے بند ہوجاتے ہیں۔

میں سر جھکائے امی کی معلومات سنتی رہی، بہنیں بہت خوش ہورہی تھیں ابو سب مہمانوں کو بار بار کھانے کا پوچھ رہے تھے، کویتا اور شیلا اپنے بچوں کو کھلا رہی تھیں ایسا بھرا پُرا خاندان اس میں سے ایک پنچھی کی اڑان۔

نہ جانے اس کی منزل کہاں ......

اٹھا کر میں نے لنگر چھوڑ دی تیرے سہارے پر

اُس کا سہارا سب پہ بھاری اتنا تو یقین تھا۔ کہاں؟ کیسے؟ اب یہ سوچنا چھوڑ دیا تھا جیسے اب یہ میرا کام نہیں۔

رات کو بڑی دیر تک درود شریف اور اللہ تعالیٰ کے ناموں کا ورد کرتی رہی...... دعا مانگی...... یا اللہ اس دو روزہ زندگی کے احساسات بھی دو روزہ ہیں اور محبت بھی دو روزہ مجھے اپنی لافانی محبت عطا فرما اس فانی محبت سے میرا دل موڑ دے مجھے تیری محبت چاہیے، بالائے زمین دو روزہ زندگی کا پیار بھی دو روزہ ہے پھر میں ہوں اور میرے اعمال ہیں کہاں، بھگوانی اور کہاں گئی ''ماں'' یہ بھی کام نہیں آئے گی جو آج اپنی منوار ہی ہے کل اجنبی۔ نفسا نفسی کے عالم میں بھگوانی کو پہچان سے بھی انکاری ہوگی۔ مجھے اپنے سیدھے راستے پہ چلنے کی توفیق و ہمت عطا فرما اور میرے پیاروں کو بھی ہدایت دے۔ یہ میرے ہیں مجھے یہ تو نے عطا کیے ہیں ان کو ہدایت دے اور ان کی بخشش فرما، آمین ثم آمین۔

دعا مانگ کر میں قبلہ رو ہو کر لیٹ گئی

فجر میں بڑی جلدی اٹھ گئی ...... وضو کیا تسبیح لیکر بیٹھ گئی، تسبیح چادر کے اندر چھپا کر پڑھتی تھی، پھر وہیں گدے کے نیچے دبا دیتی تھی۔ گھر میں خاموشی چھائی ہوئی تھی کیونکہ رات کو دیر سے سونے سے دن کا ہوش کہاں، سب ہی سو رہے تھے ایک میرا ہی بے چین دل بار بار دھڑک کر منزل کا پتہ دے رہا تھا۔ خاموشی سے اٹھ کر چائے بنائی کھٹ پٹ کی آواز پہ امی ابو دونوں جاگ گئے۔ اُن کے لیے بھی چائے بنائی۔ اُن کے ساتھ چائے پینے بیٹھ گئی۔ بڑے غور سے ان کو دیکھتی رہی۔ ابو نے نظریں چرالیں۔ سر جھکا کر چائے پینے لگے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی کے پاس بھی بولنے کو کچھ نہیں۔ میرا تو دنیا سے ہی دل اچاٹ ہوگیا......

''دنیا میری نظروں میں گناہوں کی سزا ہے''۔

یعنی......

چیست دنیا؟ از غافل بُدَن
خدا سے غافل ہوجانے کا نام دنیا ہے

شکر کروں اپنے رب کا

کمرے میں جہیز کے سامان سجے ہوئے تھے، ہیچ نظر آئے، معلوم ہوتا تھا مندر کے بت سجے ہیں اکتا کر واپس چلی آئی، بہنیں سو رہی تھیں بھائی کے پاس گئی دل سے اس کے لیے دعا کی یا اللہ میرے پیارے سے بھائی کو دین کی دولت عطا فرما۔ ایسا دین دار بنا کہ میری آخرت کا تحفہ بنے۔ حسرت بھری نگاہوں میں نمی اتر آئی۔ یہ پلاننگ تو نہ تھی کہ آج نکلوں گی لیکن مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرا آج آخری دن ہے اپنے پیاروں میں۔ پھر شاید نہیں ان کے لیے بھولی

ہوئی داستان بن جاؤں، بھولی ہوئی داستان تو ہر کسی کو بننا ہے زمانے میں لیکن ابدی نیند کو آسائش مل جائے یہ صرف اس کی رسی پکڑنے میں ہے میری روح کیا چاہتی ہے؟ مجھے کس سکون کی تلاش ہے؟

لفظ ''اللہ'' کہنے سے سب کا جواب مل جاتا تھا۔ میں کیوں یہ قربانیاں دے رہی ہوں کیوں گھر چھوڑ رہی ہوں، کیوں اسلامی کلمے میرے منہ سے ادا ہورہے ہیں ان سوالوں کا ایک ہی جواب ہے کہ کوئی نادیدہ قوت ہے جس نے مجھے اپنے حصار میں لے رکھا ہے اور گاہے بہ گاہے میرے رہنمائی کرتی ہے کبھی جاگ میں، کبھی خواب میں۔ میرے لاشعور میں ایک فہرست ہے انتظام کی۔ جس کے تحت یہ سب ہورہا تھا جس کا مجھے خود بھی اتنا ادراک نہیں۔ تو پھر میں ایک بے بس کیڑا! میری کیا مجال کہ بری ہوجاؤں اس سسٹم سے۔ یہ نادیدہ قوتیں پوری دنیا پہ حاوی! بشر کی کوئی مجال نہیں، شکر کرتی ہوں اپنے رب کا کہ یہ قوتیں اُس نے اپنی طرف سے بھیجی ہیں شیطان نے نہیں۔ حالانکہ شیطانی قوتیں تو میرے بہت قریب تھیں (مندر)۔

آخری شام

اُس دن شام میں کافی عزیز واقارب پہنچنا شروع ہوگئے بڑے زور وشور سے مہندی کی تیاریاں ہورہی تھیں۔ امی نے جلدی جلدی کھانا بنالیا تھا۔ لڑکیاں، مہمان کپڑوں اور میک اپ کے انتخاب میں مصروف، میں خالی الذہن ان سب کو دیکھ رہی تھی۔ میرے من میں کیا ہے کسی کو معلوم نہیں میں خود بھی غائب دماغ۔ لیکن پرسکون کیا ہونے والا ہے؟ مجھے خود بھی پتا نہیں۔

رات کو مغرب کے بعد امی نے بچیوں سے دسترخوان صحن میں لگوایا، کھانا چنا گیا اور آہستہ آہستہ سب دسترخوان پر بیٹھتے گئے میں بھی آکر مہمانوں کو پانی وغیرہ کو پوچھنے اور کھانا لالا کر دینے لگی، ابو نے کھانا شروع کیا! میں ایکدم سے کھڑی ہوگئی۔

گھر کے پچھواڑے کا گیٹ جو کبھی کھلتا ہی نہ تھا آج نہ جانے کیسے کھلا رہ گیا۔ میں نے بے خبری میں......

"بسم اللہ الرحمن الرحیم" کا زوردار نعرہ لگایا اور پچھواڑے کی طرف بھاگ کر گیٹ کو پار کرگئی اتنا محسوس ہوا کہ سب ہی دم بخود رہ گئے مگر ابو جلدی سے میرے پیچھے بھاگتے ہوئے آئے ہیں جوں ہی باہر نکلی ایک رکشہ کھڑا تھا فورا اس میں بیٹھ گئی اور رکشہ والے سے کہا ''مدینہ مسجد''۔

مدینہ مسجد

رکشہ اسٹارٹ ہوا اور ابو بھی پیچھے بھاگتے نظر آئے لیکن وہ مجھے رکشہ میں نہ دیکھ سکے۔ اگر میں پیدل بھاگتی تو ضرور پکڑلیتے، رکشہ بھی یوں کھڑا تھا جیسے میرے انتظار میں ہو۔ رکشہ نے یوٹرن لیا اور میرے گھر کے آگے سے گزرتا ہوا مدینہ مسجد کی طرف چلا۔

ابو مجھے پیدل ڈھونڈتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ میں نے اپنی چادر کا پلو چہرے پہ جھکا رکھا تھا۔ مدینہ مسجد سے تھوڑے سے فاصلے پر چہلم کے جلوس کی وجہ سے رکشہ والے کو پولیس نے روک لیا۔ جوں ہی رکشہ رُکا میں فورا رکشہ سے اتر کر مدینہ مسجد کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی۔ سیدھی مسجد میں چلی گئی۔ جوتے اتار کر اندر کمرے میں گئی جہاں بہت سے طالب علم حضرات بیٹھے تعلیم کررہے تھے، وہ مجھے دیکھ کر ہڑ بڑا گئے، میں نے ان کو سلام کیا اور دھیمی آواز میں کہا......

بھگوانی: میں ہندو قوم سے تعلق رکھتی ہوں۔ میں آج اپنا گھر چھوڑ کر آئی ہوں مسلمان ہونا چاہتی ہوں میری مولانا حفیظ الرحمٰن بھائی سے بات کروادیں......

ان میں سے ایک مولانا ٹائپ کے صاحب اٹھے اور مجھ سے فرمایا......

مولانا: بہن خوش آمدید!! اسلام میں داخل ہونے پر ہمیں خوشی ہوئی ہے آپ اس طرف دوسرے کمرے میں آجائیں ابھی ہم مولانا حفیظ الرحمٰن کو اطلاع کرتے ہیں۔

مجھے انہوں نے ایک کمرے کی طرف اشارا کیا اور میں اس کمرے کے اندر جاکر بیٹھ گئی لیکن میرے جوتے باہر ہی پڑے رہے۔

کمرے میں جاکر میں نے دروازہ ہلکا سا بند کردیا۔ اِس تحفظ نے ڈھارس بندھائی۔ ہوش وحواس میں جو جوار بھاٹا تھا قدر پرسکون ہوا بے ترتیب دل کی دھڑکنوں میں ترتیب کی فضا چھا گئی۔ کمرے میں ایک قالین بچھا تھا۔ ڈیسک پر چند اسلامی کتابیں رکھی تھیں، چند کاغذات وقلم مع قلمدان کے۔ پورے وجود کا سسٹم تھکا تھکا سا تھا جیسے میلوں کا سفر کیا ہے۔ واقعی یہ نوری سفر کا کوئی فاصلہ تھا۔ نہ جانے کتنے برس میں نے سفر کیا ہے کہ رکشہ کا سفر یاد نہیں۔ یہ کمرہ مدرسہ کا دفتر معلوم ہورہا تھا تھوڑی دیر گزری کہ دروازے پہ کھٹکا ہوا۔

مولانا حفیظ الرحمٰن بھائی

مولانا: میں مولانا حفیظ الرحمٰن ہوں۔ مجھے معلوم ہوا کہ آپ اس مسجد ومدرسہ میں آئی ہیں

اور آپ میرا پوچھ رہی ہیں، آپ پردہ کرلیں پھر آپ مجھے اجازت دیں کہ چند سوالات آپ سے پوچھوں......

بھگوانی: میں نے حفیظ بھائی کو اپنا سارا حال سنایا کہ میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں۔ دو دن کے بعد میری کسی ہندو سے شادی ہونے والی ہے اس لیے میں آج گھر سے نکل آئی ہوں مجھے شروع سے اسلام پسند ہے میری مدد کریں ورنہ والدین مجھے ہندو سے بیاہ دیں گے۔

حفیظ بھائی، اللہ تعالیٰ انہیں دین ودنیا میں ہمیشہ سرخرو رکھے۔ آمین۔

انہوں نے میری بہت ہمت افزائی اور دلجوئی کی دین کی راہ کی مشکلات سے آگاہ کیا اور استقامت کی نصیحت ودعا فرمائی۔

مجھے کلمہ پڑھوایا اور میرا نام عائشہ رکھا جو مجھے بہت زیادہ پسند آیا اور ایک دم سے خمیری مسلمان والی عائشہ بہن یاد آگئیں میں نے بڑے جذبے سے اللہ تعالیٰ سے بہن عائشہ والی استقامت کی دعا مانگی حفیظ بھائی کہنے لگے۔

حفیظ بھائی: بہن عائشہ آج سے آپ میری بہن ہیں آپ اب اللہ کے بعد میری ذمہ داری ہو۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس میں سرخرو فرمائے۔ آمین

اب تم بے فکر ہوجاؤ۔ میری جان جائے مگر اب میں ان لوگوں کے حوالے آپ کو نہیں ہونے دوں گا۔

ابھی حفیظ بھائی بات کر ہی رہے تھے کہ اُن کا بھائی اندر داخل ہوا کہ باہر ایک رکشہ والا کھڑا ہے۔

رکشہ والا

رکشہ والا شاید ہمارے محلّہ کا ہی تھا جس نے مجھے پہچان لیا تھا کہ میں کون سے گھر کی ہوں۔ اُس نے مسجد میں داخل ہوتے مجھے دیکھ بھی لیا تھا شاید وہ سیدھا مدرسہ آیا اور بتانے لگا کہ جلوس کی وجہ سے پولیس والے نے مجھے روک لیا تھا میرے رکشہ سے اتر کر ایک لڑکی اس مسجد میں داخل ہوئی ہے اس نے مجھے رکشہ کا کرایہ بھی نہیں دیا لہٰذا مجھے کرایہ دلایا جائے۔ حفیظ بھائی نے اپنے بھائی کو کرایہ دینے کو کہا...... بھائی واپس چلا گیا۔

یہ رکشہ والا مسلمان تھا۔ اُس نے جا کر میرے گھر والوں کو بتایا کہ آپ کی لڑکی مدینہ مسجد گئی ہے۔

والدین

حفیظ بھائی اپنے بھائی کو رخصت کرکے مجھے پندونصائح کر ہی رہے تھے اور کاغذات کے بارے میں پوچھ رہے تھے کہ اُن کا بھائی واپس بھاگتا ہوا اندر آیا کہنے لگا...... وہ رکشہ والا اور کچھ لوگ مدرسے کی طرف آرہے ہیں دفتر میں بیٹھنے والوں کو شیشے میں سے باہر کا منظر صاف نظر آتا ہے، اچانک میری نظر باہر کی طرف گئی، میرے ابو امی اور بہت سے عزیز سامنے سے رکشہ والے کے ساتھ اندر آرہے تھے۔

میں نے فوراً چونک کر کہا میرے ابو بھی ساتھ ہیں۔ حفیظ بھائی نے کہا۔

حفیظ بھائی: عائشہ بہن بالکل فکر نہ کرو تمہارا بھائی تمہارے ساتھ ہے۔ اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے، انشاء اللہ...... اللہ نے اپنے دین کی حفاظت ضرور کرنی ہے حفیظ بھائی کے بھائی نے میری چپلیں اٹھا کر چھپادیں۔ اور حفیظ بھائی نے ایک اسٹور کی طرف مجھے اشارے سے کہا۔ میں اسٹور میں اندر چلی گئی۔ حفیظ بھائی نے باہر سے تالا لگا دیا۔

والدین عزیز واقارب سب ہی دفتر میں گھس آئے۔ کہنے لگے ہماری بچی ادھر آئی ہے رکشہ والے سے پوچھ لو۔

رکشہ والا: ہاں میں نے خود دیکھا کہ وہ اندر آئی جبھی تو مجھے یہاں سے کرایہ ملا ہے ورنہ تو آپ کیوں دیتے!......

حفیظ بھائی: ہاں ہاں آئی ضرور تھی اور وہ مسلمان ہوکر گئی ہے اب وہ کدھر گئی کہاں گئی یہ معلوم کرنا میری ذمہ داری نہیں ہے۔

میرے والدین کے ساتھ کچھ مسلمان حضرات بھی آئے تھے جب انہوں نے میرے مسلمان ہونے کا سنا تو وہ سب خاموش ہوگئے، تھوری دیر کے بعد حفیظ بھائی کی ذرا زوردار آواز آئی۔

حفیظ بھائی: میری ڈیوٹی کلمہ پڑھانے کی ہے اب کدھر گئی یہ میری ڈیوٹی نہیں ہے آپ جائیں اور اُسے ڈھونڈیں۔

میں اسٹور روم میں بیٹھی ہولے ہولے کانپ رہی تھی اور یہ سب سن رہی تھی، چادر منہ میں دبا کر اپنے آپ کو کنٹرول کررہی تھی......

زمین پہ بیٹھی سجدے میں چلی گئی...... میرے مولا اپنے دین کے رکھوالے۔ میری ہمت بھی قائم رکھ۔ مجھے ہمت واستقامت دے۔ اُن پیروں کے نشاں مٹا جن پیروں میں لرزش ہو۔ ثابت قدمی کے مضبوط نشان عطا فرما۔ تیرے در پہ یہاں تک آگئی ہوں آگے کی منزل بھی تو ہی عطا کر...... اب تو اس دل کو تیرے قابل بنانا ہے مجھے!